سچائی کی جستجو

EVER THOUGHT ABOUT THE TRUTH?

ہارون یحییٰ

مترجم: ڈاکٹر فردوس روحی

نظرثانی: ڈاکٹر صدیق ہاشمی

سچّائی کی جستجو

مصنّف: ہارون یحییٰ

مترجم: ڈاکٹر فردوس روحی

نظر ثانی: ڈاکٹر صدیق ہاشمی

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ ۔ اُردو بازار ۔ لاہور

کبھی حقیقت کے بارے میں سوچا؟

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ○

کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا؟ اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ کہتا ہے "کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟" اس سے کہو انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا، اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔ (یٰس ۷۷۔۷۹)

نام کتاب: سچائی کی جستجو
مصنف: ہارون یحییٰ
مترجم: ڈاکٹر فردوس روحی
نظر ثانی: ڈاکٹر صدیق ہاشمی
ناشر: مکتبہ رحمانیہ
ٹائپ سیٹنگ: الفرقان ہاؤس

فہرست

	حصہ اول: ایک نئی دنیا	(5)
(1)	بنیادی سوالات	(10)
(2)	قرآن میں غوروفکر کرنا	(23)
(3)	دین جو قرآن میں بیان کیا گیا اور ہمارے آباؤاجداد کا دین	(30)
(4)	سچے مومن اور بہروپیے	(33)
(5)	مومنین جیسا کہ قرآن میں بیان ہوئے	(38)
(6)	خود پرسی اپنے آپ سے سوال	(52)
(7)	ایک ایسے شخص کا نمونہ جو دین سے دور معاشرے میں رہتا ہے	(58)
(8)	بے دین معاشرے کی اقدار سے قرآنی اخلاقیات کی طرف عبور	(69)
(9)	دنیا اور آخرت	(79)
(10)	جنت مومنین کا اصل گھر	(88)
(11)	جہنم کافروں کے لئے تیار شدہ	(95)
	حصہ دوم: ایک نیا رخ	(103)
(1)	برقی اشاروں سے بنی ہوئی دنیا	(104)
(2)	دنیا' ہمارے دماغ میں بناوٹ کی طرح	(106)
(3)	حقیقی بیرونی دنیا کی طرف راستہ ناپید	(107)
(4)	جانور مختلف انداز سے دیکھتے ہیں	(110)
(5)	ایسی کائنات میں رہنا جو ہمارے دماغ میں بنی ہے	(111)

(6) کیا "بیرونی دنیا" کا واقعی وجود ہے؟ (112)

(7) خواب' ہمارے دماغوں میں دنیا (114)

(8) مصنوعی نیند سے بنائی ہوئی دنیا (117)

(9) ہولوگرام: تین رخے خواب (119)

(10) مادے کی اصل حقیقت (120)

(11) سیمولیٹر: مصنوعی حقیقت (124)

(12) کون ہے جو دیکھتا ہے؟ (125)

(13) نیند' خواب' موت اور آخرت (133)

(14) وقت کا نظریہ اضافت (136)

(15) علت اور انجام۔ گمراہ کن نسبت (138)

(16) "بے کار نام": فطرت کے قوانین (140)

حصہ سوئم: ہمارے گردوپیش میں معجزات (143)

(1) شہد کی مکھی (145)

(2) شہد کا معجزہ (151)

(3) اونٹ (154)

(4) اونٹ (بوجھ اٹھانے والا جانور) (157)

(5) مچھر (158)

(6) نصیحت قبول کرنے والے معاشرہ اور سمجھدار لوگوں کے لئے (159)

حصہ اوّل

ایک نئی دنیا

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُوْنَ ہ

یہ راستہ تمہارے رب کا سیدھا راستہ ہے اور اس کے نشانات ان لوگوں کے لئے واضح کر دیئے گئے ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔ (الانعام 126)

اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ہ

پس (اے نبی ﷺ) بشارت دے دو میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانشمند ہیں۔ (الزمر 18)

اس کتاب کا خاص مقصد قاری کو ان معاملات کی قدر و قیمت معلوم کرنے پر آمادہ کرنا ہے جن کو اس نے غیر اہم تصور کرتے ہوئے ایک طرف کر دیا ہے لیکن اصل میں وہ اس کی زندگی کے سب سے اہم مسائل ہیں۔ اس عمل میں اسے اپنے تعصبات کو معطل رکھنا ہوگا یہاں تک کہ وہ ان معیارات کو دوبارہ جانچ لے جن کو اب تک اس نے قطعی جان کر قبول کر رکھا تھا۔

ہمیں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ جب کوئی شخص کسی صورت حال کا سامنا متعصب رویے سے کرتا ہے تو وہ ایک صحت مند فیصلہ کرنے یا اس کے بارے میں صحیح نتیجے پر پہنچنے کی استطاعت سے محروم ہوتا ہے۔ درحقیقت جب کوئی کسی چیز کو درست دیکھنا چاہتا ہے تو اسے درست دیکھتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص کسی چیز کو برا سمجھتا ہے کیونکہ اس نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ اس طرح ہے۔

ان تعصبات اور فرضی قیاسات کے متعلق بتانے کا نقطہ یہ ہے کہ یہ شاذ و نادر ہی

کسی شخص کے اپنے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ زندگی کے آغاز ہی سے وہ معاشرے کے آہستہ آہستہ ذہن نشین کرائے ہوئے بیش بہا تعصبات سے لد جاتا ہے۔ اہل خانہ، دوست اور دوسرے قریبی تعلقات اس کی عقلی اقدار کا تعین کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ لوگوں کے رجحان کو خاص موضوعات کی طرف مرتب کرنے میں بہت بڑی استعداد رکھتے ہیں۔ اخبارات اور ٹیلی ویژن پابندی کے ساتھ سچ کو ناخوشگوار، ناقابل قبول حتیٰ کہ نقصان دہ دکھا کر غلط نمائندگی کرتے ہیں جبکہ غلط کو اچھا اور پسندیدہ دکھاتے ہیں۔

جو شخص معاشرے کے ذہن نشین کرائے ہوئے ان تعصبات کو فوراً قبول کر لیتا ہے وہ اپنی شخصیت کا بڑا حصہ کھو دیتا ہے۔ وہ دوسروں کی مشروطیت کے زیر اثر کام کرتا ہے اور ایک آزاد ارادے یا ذہن کے ساتھ معاملات نہیں کرتا۔ دوسروں کے میلانات اس کے کردار کا تعین کرتے ہیں۔ اس طرح وہ صرف ان اقدار کو سچ مانتا ہے جو اسے سچ باور کرائی جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں جب ہم غور کرتے ہیں کہ مختلف سماجی پس منظر رکھنے والے معاشرے مختلف "صحیح اور غلط" میں یقین رکھتے ہیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کسی بھی معاشرے کے عقلی اقدار کو چیلنج کیے بغیر ان کی اندھا دھند تقلید کرنا کوئی ہوش مندی نہیں۔ اسی طرح جو چیز آج متفقہ طور پر غلط اور غیر اخلاقی جانی جاتی ہے۔ شاید مستقبل میں قابل قبول سمجھی جائے۔

انسانی گوشت کھانا آدم خور کے لئے بالکل ٹھیک ہے اور نازی جرمنی کی طرح فسطائی معاشرے میں ایک دیوانے رہنما کا حکم ماننا اس وقت کے لوگوں کے لئے جنہوں نے اس کی پیروی کی یا ساتھ دیا بالکل صحیح تھا۔ مثالوں کی تعداد بے شمار ہے۔ جس چیز پر ہمیں زور دینا چاہئے وہ یہ کہ معاشرے کی مشروطیت پر آزادانہ غور و فکر کرنا ایسا رویہ ہے جو مفکر میں حکمت کی دلالت ہے۔ ایسا شخص یقیناً اس بات سے آگاہ ہے کہ معاشرے کی تھوپی ہوئی اقدار غلط بھی ہو سکتی ہیں اور اگر ان کو اپنا لیا جائے تو اخلاقی برائیوں کے دوراہے پر لا کھڑا کریں گی۔

مذہب خصوصاً آج کل کے زمانے میں بہت اہم موضوعات میں سے ہے جس کے بارے میں معاشرے کی طرف سے بے شمار تعصبات پیدا کئے جاتے ہیں۔ مذہب کے بارے میں ذرائع ابلاغ کے پیدا کئے ہوئے تعصبات سے نبٹنا خاصا مشکل ہے۔

ان تعصبات کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں مذہب ایک ایسا تصور بن گیا ہے جسے اکثریت یا تو کوئی اہمیت نہیں دیتی یا وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اس کے بارے میں سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس سے حتی الامکان دور رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس تعریف پر ٹھیک بیٹھتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے یہ رویہ دانستہ طور پر اپنایا ہے۔ ان کے لئے مذہب ایک ایسا خارج از بحث موضوع ہے جو ان کے کسی فائدے کا نہیں۔ اس کے برعکس وہ ان پر کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے۔ ایسا نقطہ نظر رکھنے والا شخص پوچھنے پر یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ مسلمان ہے حالانکہ مذہب اس کے نزدیک غیر اہم معاملات میں سے ہے اور ایک ایسا موضوع جس کے بارے میں وہ کافی حد تک انجان ہے۔

یقیناً ایسے شخص نے مذہب کو کبھی سنجیدگی سے نہیں سوچا شاید اپنی زندگی میں ایک بار بھی نہیں اس نے شاید کبھی بھی سنجیدگی سے ایسے سوالوں کے بارے میں نہیں سوچا جیسے زندگی کا مقصد کیا ہے؟ میرا وجود کیوں ہے؟ مذہب کے تصور کا وجود کیوں ہے وغیرہ۔ اس کے لئے مذہب ایک ایسا معاملہ ہے جو عمومی طور پر سن رسیدہ لوگوں کی تشویش ہے جو کچھ اخلاقی اقدار پیش کرتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی اُکتانے والی، ناگوار رکاوٹیں اور پابندیاں عائد کرتا ہے۔ وہ مذہبی تعطیلات اور تہواروں پر اور کچھ اہم دنوں جیسے رشتہ دار کی موت وغیرہ پر کچھ مذہبی رسومات پر عمل کرتا ہے لیکن وہ ان ظاہری رسومات میں سے کچھ کو صحیح اور ضروری گردانتا ہے اور باقی دوسری اس کے نزدیک قدیم اور فرسودہ ہیں۔ اگرچہ وہ مذہب کا انکار نہیں کرتا، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا وہ اس سے حتی الوسع دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

مذہب کے بارے میں اس غلط تصور کی ابتداء معاشرے کی طرف عائد کئے ہوئے فرضی قیاسات کو آزادانہ جانچ پڑتال کئے بغیر قبول کر لینے سے ہوتی ہے۔ حالانکہ زندگی کے ہر شعبے میں استدلال کرنا اور غور و فکر کرنا انسانوں کے لئے بہت اہم ہے۔ عقلی دلیل کی قوت ہی ان کو جانوروں سے مختلف بناتی ہے۔ قرآن پاک میں جو کہ آخری اخلاقی رہنما کتاب ہے۔ بہت سی آیات میں غور و فکر کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے جیسے:

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○

''ان سے کہو بتاؤ' اگر تم جانتے ہو' کہ یہ زمین اور اس کی ساری آبادی کس کی ہے؟ یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ کی کہو' پھر تم ہوش میں کیوں نہیں آتے؟''
(المومنون 84-85)

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ٥

''ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنادیا ہے' پھر کیا ہے' کوئی' نصیحت قبول کرنے والا؟'' (القمر 17)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ٥

''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب وہی خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا' پھر تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو کر کائنات کا انتظام چلا رہا ہے۔ کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد شفاعت کرے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو۔ کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟'' (سورۃ یونس 3)

وہ لوگ جو معاشرتی اثرات سے آزاد ہو کر مذہب کے بارے میں نہیں سوچ سکتے وہ دو عظیم غلطیاں کرتے ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ مذہب کے اصل مقصد سے ناواقف ہیں اور یوں مذہب سے کترانے کی کوشش میں اللہ سے ناآشنا ہوتے ہیں۔

دوسری غلطی یہ تصور قائم کر لینا کہ مذہب کا وجود اس لئے ہے کہ لوگوں کو ایک بے ہنگم متعصب اور مشکلات سے بھرپور صورتحال کی طرف گھسیٹے اور لوگوں پر ایسے فرائض عائد کرنا ہے جو ان کی اپنی فطرت کے خلاف ہے۔ منفی رویہ کہ ''مذہب اکتاہٹ پیدا کرتا ہے'' کی بنیادی وجہ کچھ لوگوں کا بظاہر اللہ کے راستے پر کام کرتے ہوئے ہٹ دھرم رویہ کا اظہار ہے جو اوپر بیان کردہ منفی رویے کو تقویت دیتے ہیں حالانکہ اس رویے کی اصل دین سے کوئی مماثلت نہیں ہے۔

جب ایک شخص پہلی غلطی کو درست کر لیتا ہے اور اپنے خالق اور اس کی صفات

کو پہچان لیتا ہے تو وہ ان تمام توہمات سے جو اسے دین سے دور رکھے ہوئے تھے' نجات حاصل کر لیتا ہے۔ پہلی غلطی کی درستگی سے اسے وہ تیز فہمی اور فراست حاصل ہوتی ہے جو اسے دوسری غلطی کی درستگی میں مدد دیتی ہے۔

یہ اسے ایسی قابلیت عطا کرتی ہیں کہ وہ اصل دین اور دین کے بھیس میں غلط رویوں میں تمیز کر سکے۔ پھر وہ شخص پوری طرح جان لیتا ہے کہ دین کے طریقے پر زندگی گزارنا آسان ہے اور اس کی زندگی میں سچی خوشی' خیر و عافیت اور آزادی کا باعث ہے۔

مختصراً جس معاشرے میں ہم رہتے ہیں وہاں مذہب کے بارے میں بے شمار تعصبات پیدا کر دیئے گئے ہیں بہر حال مذہب تک رسائی میں بنیادی معیار قرآن کی طرح خالص اسناد کا ہونا ضروری ہے نہ کہ دین کے بارے میں لوگوں کے اقوال۔

قرآن میں اس بات کا اشارہ دیا گیا ہے کہ ضروری نہیں لوگوں کے عام چلن کی پیروی کرنا اللہ کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہو۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝

''اور اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ وہ تو محض گمان پر چلتے اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں'' (الانعام 117)

جب ایک شخص بھیڑ چال چھوڑ کر اپنے من میں ڈوب کر سوچنا شروع کرتا ہے تو اوپر کی قرآنی آیت میں تاکید کردہ حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ وہ ایک نئی دنیا میں قدم رکھتا ہے جو لوگوں کے عام چلن سے بالکل مختلف ہے۔ یہ قدم اس کی پرانی زندگی کی تاریکی اذیت اور پریشانیوں کو دور کر دیتا ہے اور اسے بیش بہا رحمتیں اور دین کی گہری حکمت عطا کرتا ہے۔

اس کتاب کے بقیہ حصے کا مطالعہ کرنے سے پہلے ہم آپ کو یاد دہانی کرا دیں کہ لفظ دین صرف اسلام کے لئے مختص ہے جیسا کہ سورۃ آل عمران کی آیت 19 میں فرمایا گیا: ''اللہ کی نظر میں دین صرف اسلام ہے''

بنیادی سوالات

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ ھُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَھُمْ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمْ ھُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ ۝

''کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ یا زمین و آسمان کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ یقین نہیں رکھتے۔ کیا تیرے رب کے خزانے ان کے قبضے میں ہیں؟ یا ان پر انہی کا حکم چلتا ہے؟'' (الطور 35-37)

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا' ایک متعصب شخص کی پہلی غلطی مذہب کا اللہ تعالیٰ کے تصور کے بغیر اندازہ لگانا ہے مثلاً جو ماہر عمرانیات مذہب پر تحقیق کرتے ہیں' مختلف مذاہب کے ظہور اور ان کے معاشروں کے تمدن پر اثرات کے بارے میں ہزاروں کتابیں لکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس تمام علمی مطالعے کے باوجود یہ لوگ ان لوگوں کے مقابلے میں جو اپنی زندگیاں مذہب کی حدود میں گزارتے ہیں' مذہب کے عشر عشیر کو نہیں جان سکتے۔

ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت جیسی حقیقت کا ادراک کرنے کے قابل نہیں ہوتے جو کہ مذہب کی بنیاد ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اسلام کو سمجھنے کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے سب سے پہلے اللہ کے وجود کا اقرار کرنا ہو گا لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا تو پھر وہ زندگی کے متعلق اپنی محدود بصیرت کے تحت قرآن اور مسلمانوں پر تحقیقات کرے گا۔

قرآن ایسے لوگوں کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ وَلَمَّا یَاْتِھِمْ تَاْوِیْلُہٗ ۭ کَذٰلِکَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ۝

''بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے

اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔" (یونس 39)

اسلام انسان کا بنایا ہوا نظریہ نہیں ہے جس کے بارے میں ناپختہ خیالات اور بے بنیاد فیصلے گھڑے جا سکیں۔ ایک شخص صرف اس وقت اسلام کے بارے میں سمجھ سکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو سمجھتا ہے اور اپنی زندگی قرآنی احکامات کے مطابق گزارتا ہے۔

فی الواقع اللہ تعالیٰ کا وجود اور یہ سچائی کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں، روز روشن کی طرح عیاں حقائق ہیں۔ لیکن ایک جاہل معاشرے میں جہاں لوگ بے اعتنائی اور سستی کی روش کی وجہ سے اپنی عقل سے کام نہیں لیتے، اندھے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ دراصل یہی وجہ ہے کہ ان کو "جاہلی معاشرے" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر غور و فکر کرنے کے بارے میں قرآن میں پائی جانے والی بہت سی آیات میں سے ایک میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کو جاہلوں سے خطاب کرنے کا انداز بتاتے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰـهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ○

"آپ کہیے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور بصارت بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دے دے۔ آپ دیکھیے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر بھی یہ اعراض کرتے ہیں۔" (الانعام 46)

ایک مختصر مثال ہماری طبعی جاہلیت کو دور کرتے ہوئے ہمارے نظریات کو جلا بخش سکتی ہے۔ فرض کیجیے کہ ایک آدمی کی یادداشت مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے۔ حتیٰ کہ اپنے وجود کے بارے میں بھی احساس باقی نہیں رہا۔ اگر وہ اپنے آپ کو زمین پر

پاتا ہے تو وہ کیا محسوس کرے گا؟ بلاشبہ وہ اس قدر حیران و ششدر ہوگا کہ تجسس میں پاگل ہو جائے۔ پہلی چیز جس کی طرف اس کا دھیان جائے گا وہ شاید اس کا اپنا جسم ہوگا وہ اس بات سے بھی آگاہ نہیں ہوگا کہ یہ جسم اس کا اپنا ہے جسے وہ اپنے سامنے کے منظر میں دوسری چیزوں کی طرح ایک چیز سمجھ رہا ہے۔ پھر یہ بات بھی اس کے لئے بڑی دلچسپ ہوگی کہ وہ اپنے جسم کے اعضاء کو کنٹرول کرسکتا ہے اور جس طرح چاہے ان سے کام لے سکتا ہے۔ مثلاً وہ اپنے بازو کو اوپر نیچے ہلا کر اس سے کام لینے کی کوشش کرے گا۔ وہ اپنے جسم کے لئے نہایت موزوں ماحول پائے گا جس کے وجود کی کوئی توجیہہ اب تک اس کے علم میں نہ ہوگی۔ کھڑے ہونے کے لئے ایک پرامن زمین' دیکھنے کو صاف نظارہ' سونگھنے کو خوبصورت خوشبوئیں' بے شمار جاندار' جسم کے لئے انتہائی موزوں درجہ حرارت' سانس لینے کو خوشگوار فضا اور ہزاروں نازک توازن۔ بھوک مٹانے کو طرح طرح کے پھل' پیاس بجھانے کو صاف وشفاف پانی اور بہت کچھ۔

آئیے ایک لمحے کو ہم اپنے آپ کو اس جگہ پر رکھ کر سوچیں۔ اس مقام پر کیا ہم بس لطف اندوز ہی ہو کر رہ جائیں گے یا عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ سے فیصلہ کن سوالات کریں گے؟

کیا ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ہم کون ہیں؟ یہاں کیوں ہیں؟ ہماری تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ ہماری موجودہ زندگی کا کیا مقصد ہے؟ کیا ہم ان سوالات پر کوئی توجہ نہ کریں گے؟ اور بس ہماری فکر یہ ہوگی کہ ہم اپنی زندگی سے کتنا لطف اندوز ہوئے؟

کیا ہمارے ذہن میں آنے والے سوالات کچھ یوں نہ ہوں گے؟

- ☆ میں کون ہوں؟
- ☆ مجھے کس نے پیدا کیا اور کس نے میرا یہ متناسب جسم تخلیق کیا؟
- ☆ میرے گردوپیش میں یہ عظیم نظام کس کا تخلیق کردہ ہے؟
- ☆ وہ ہستی جس نے یہ سب پیدا کیا وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے؟ وہ مجھے کیا سمجھانا چاہتی ہے؟

ایک کم عقل آدمی بھی یہ سوچے گا کہ ان سوالات کے جواب ڈھونڈنے سے

زیادہ اہم چیز کوئی نہیں۔ کوئی شخص جوان سوالات پر کوئی توجہ نہیں کرتا بلکہ اپنی زندگی صرف جسمانی ضروریات کو پورا کرنے میں' دن میں تفریح اور راتیں سو کر گزارنے کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ یقیناً عقل سے عاری مخلوق ہے۔ کسی نے تو اس کے جسم اور گردوپیش کی چیزوں کو تخلیق کیا ہوگا اور سب اچانک وجود میں آئے ہوں گے جس ہستی نے اس کی تخلیق کی ہے' تخلیق کے بعد زندگی کے ہر لمحے اسے اس برتر و اعلیٰ ہستی کا محتاج ہونا چاہئے۔ اس اعلیٰ و برتر ہستی جو بے پناہ قوت کی مالک ہے کے بارے میں جاننے سے زیادہ اہم اور کیا چیز ہو سکتی ہے؟

آیئے ہم اپنی مثال جاری رکھتے ہوئے یہ فرض کریں کہ وہ شخص کچھ راستہ طے کرتا ہوا ایک شہر میں پہنچتا ہے جہاں وہ کئی قسم کے لوگوں کو دیکھتا ہے۔ ان میں سے اکثر کافی حد تک غیر مہذب' بوالہوس اور دغا باز ہیں۔ قریب قریب کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو اپنے اور گردوپیش جہاں وہ رہتا ہے' کے مالک کے بارے میں سوچ رہا ہو۔ حالانکہ ہر ایک کا کوئی کام ہے' ایک مقصد یا نظریہ ہے لیکن شہر کے لوگ' شہر میں اچھا نظام جس سے سب مطمئن ہو جائیں چلانے پر قدرت نہیں رکھتے۔

فرض کیجئے وہاں اسے ایسے لوگوں سے سابقہ پیش آتا ہے جس کو شہر کے باشندے ناپسند کرتے ہیں اور ان کے ساتھ عداوت اور غصے کے جذبات رکھتے ہیں۔ جہاں تک ان لوگوں کی ماہیت کا تعلق ہے وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ لوگ دوسروں کے مقابلے میں حد درجہ مختلف ہیں۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ انسان ہونے کے ناطے وہ نہایت معقول' خوش اخلاق اور قابل اعتماد لوگ ہیں۔ وہ منکسر مزاج نظر آتے ہیں اور وہ ایک صاف معتدل اور معقول انداز میں بات کرتے ہیں۔ وہ فوراً محسوس کر لیتا ہے کہ ان میں کوئی خرابی نہیں لیکن وہ لوگوں کی ان کے بارے میں مختلف سوچ پر الجھن اور شک کا شکار ہو جاتا ہے۔ فرض کیجئے کہ وہ ان کے ساتھ بات چیت کرتا ہے اور وہ اسے بتاتے ہیں کہ زندگی کے بارے میں ہمارا رویہ اور سوچ عام لوگوں سے مختلف ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس جگہ اور اس میں پائی جانے والی ہر چیز کا

ایک مالک ہے۔ ہم اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ وہ ہستی بے پناہ طاقت وقوت کی مالک ہے اور اس نے یہ دنیا اور ہر چیز جو اس میں ہے اس لئے بنائی ہے تا کہ وہ ہمارا امتحان لے اور ہماری تربیت کرے۔ یہاں تک کہ ہمارا یہاں سے رخصتی کا وقت آ جائے۔ ہمارے پاس اس کی عطا کردہ ایک کتاب ہے اور ہم اس کے مطابق اپنی زندگیاں گزار رہے ہیں۔

ایسی صورتحال میں ہوسکتا ہے وہ شخص سو فیصد یقین سے نہ کہہ سکتا ہو کہ وہ لوگ سچے ہیں یا جھوٹے۔ لیکن یہ بات شاید وہ سمجھ لے گا کہ جو کچھ وہ بتا رہے ہیں وہ بہت اہم ہے۔ وہ یہ محسوس کرے گا کہ اس وقت ان لوگوں کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں اور وہ جس کتاب کا ذکر کر رہے تھے اس کے بارے میں وہ شخص بہت مشتاق ہوگا۔ آپ بتائیں کیا نہیں ہوگا؟

جو چیز ہمیں اس مثال والے شخص جیسا دانا ہونے سے روکے ہوئے ہے اور وہ ہمارا اس زمین پر لمبے عرصے سے موجود ہونا ہے۔ ہم نے اس مثال والے شخص کی طرح ایک سیانے انسان کے طور پر وجود میں آنے کے بجائے ایک نشوونما کے عمل کا تجربہ کیا ہے۔ نتیجتاً ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہم میں سے اکثر لوگ اس مثال میں پائے جانے والے شہر کے باشندوں کی طرح ہیں کیونکہ ہم نے اپنی زندگیوں میں ان اہم سوالات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ایک اور چیز جو ہمیں ذہن میں رکھنی چاہئے وہ یہ کہ شہر کے لوگوں میں سے کسی نے بھی دراصل اوپر کے سوالات پر غور کیا نہ اپنے طور پر ان کے جوابات ڈھونڈے اور اس اعلیٰ ہستی سے منہ موڑا جس نے ان کی تخلیق کی۔ درحقیقت ان کی اکثریت ان مراحل سے ہی نہیں گزری بلکہ اپنی اجتماعی جہالت کی وجہ سے ان سوالات کو ایک طرف رکھ کر ان کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا۔

کیا ہم اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ جس جاہلی معاشرے میں ہم رہتے ہیں وہ ہمیں ان اہم سوالات کا جواب دینے سے روکے ہوئے ہے کیونکہ ہمیں اس قسم کے سوالات میں الجھا رکھا ہے جیسے آج رات میں کیا کھاؤں گا؟ کل میں کون سے کپڑے

پہنوں گا یا وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہے؟ میں اسے کل کیا کہوں گا؟ بدقسمتی سے یہ انتہائی درجے کی جہالت کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر چہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہوں کہ ہم جدید معلوماتی دور میں رہ رہے ہیں۔ اب آپ کے پاس ایک موقع ہے۔ اس جاہلی معاشرے کی پیش کردہ مکمل جہالت جس سے آپ کا واسطہ رہا ہے اس کے بارے میں سوچیے اور اپنے آپ سے یہ سوال پوچھیں جس کے بارے میں آپ نے اب تک نہ سوچا ہو یا ناکافی وضاحت ہونے کے باعث ایک طرف کر دیا ہو۔

میں کس طرح وجود میں آیا؟

اس سوال کا جواب دینے کے قابل ہونے کے لئے مفید ہوگا کہ ہم اپنے وجود کی طبعی ابتداء سے شروع کریں اور غیر معمولی ''واقعہ پیدائش'' پر غور کریں۔

پیدائش کی تاریخ مختصراً یوں بیان کی جاسکتی ہے۔

مردانہ نطفہ یا سپرم اصل میں آدمی کے جسم کے باہر پیدا ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ حقیقت ہے کہ سپرم صرف ایک موزوں درجہ حرارت تقریباً 35 درجے سینٹی گریڈ ہی میں پیدا ہوسکتے ہیں جو کہ جسم کے اوسط درجہ حرارت سے دو درجے نیچے ہوتا ہے۔ جسمانی اعضاء میں سے خصیے ہی اس درجہ حرارت پر ہوتے ہیں کیونکہ یہ جسم سے باہر صحیح طور پر رکھے گئے ہیں۔

مطلوب درجہ حرارت حاصل کرنے کے لئے ایک اور طریقہ کار عمل میں لایا جاتا ہے۔ اس حصے کے درجہ حرارت کو مستحکم رکھنے کے لئے فوطوں کی جلد سردی سے سکڑتی ہے اور گرمی میں پسینے سے تر ہو جاتی ہے۔ ایک منٹ میں اندازاً ایک ہزار سپرم پیدا ہوتے ہیں اور ان کا ایک خاص ڈیزائن ہوتا ہے جو ان کا آدمی کے خصیوں سے عورت کے انڈے تک کا سفر آسان بناتا ہے۔ سپرم کا اوپری حصہ یا سر گردن اور دم پر مشتمل ہوتا ہے جس کی وجہ سے ماں کے رحم تک مچھلی کی طرح حرکت کرتا ہے۔

اوپری حصے یا سر میں مستقبل کے انسان کا جینیاتی کوڈ ہوتا ہے جو ایک خاص حفاظتی ڈھال سے ڈھکا ہوتا ہے۔ اس ڈھال کا فائدہ ماں کے رحم میں داخلے کے

وقت دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ جگہ کافی حد تک تیزابی ہوتی ہے تاکہ ماں کو مختلف جراثیموں اور غیر مانوس ذروں جیسے سپرم وغیرہ سے محفوظ رکھا جائے۔ لیکن اس ڈھال نما چیز کے استعمال سے سپرم کی اکثریت زندہ رہنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

ماں کے رحم میں صرف سپرم ہی داخل نہیں کئے جاتے بلکہ منی (Semen) جو مختلف سیال مادوں کا مرکب ہوتا ہے ان میں شکر پائی جاتی ہے جو سپرم کو طاقت فراہم کرتی ہے۔ منی (Semen) جو اپنی کیمیائی شکل میں اساسی (Base) ہے ماں کے رحم میں داخلے کے وقت تیزابی ماحول کو بے اثر کرتے ہوئے سپرم کے لئے ایک محفوظ ماحول فراہم کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ سپرم کی حرکت کے لئے ایک محفوظ ماحول فراہم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ سپرم کی حرکت کے لئے پھسلن مہیا کرتا ہے۔ سپرم ماں کے جسم میں ایک دشوار گزار راستہ طے کرتے ہوئے انڈے تک پہنچتے ہیں۔ زندہ رہنے کے لئے چاہے سپرم کتنی کوشش کریں' دوسو سے تین سو ملین میں سے صرف ایک ہزار ہی انڈے تک پہنچ پاتے ہیں۔ ان مختصر معلومات کی روشنی میں آیئے ذہن میں ابھرنے والے کچھ سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کریں۔ ایک سپرم ماں کے رحم میں داخلے کے لئے جس کے بارے میں وہ پہلے بالکل نہیں جانتا' اپنے آپ کو اتنا موزوں کیسے بناتا ہے؟ مرد کے جسم میں سپرم کس طرح یہ صلاحیت حاصل کر لیتا ہے کہ وہ زندہ بچ نکلنے اور مادہ جسم کے حفاظتی انتظامات کے باوجود رحم میں انڈے تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے حالانکہ سپرم کو مادہ جسم کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہوتیں یہ سب کیسے ہو جاتا ہے؟

چونکہ سپرم پہلے سے ایک انجان ماحول سے موافقت حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے ان سوالات کا ممکن جواب یہی ہے کہ دراصل یہ تخلیق ہی اس طرز پر کیا گیا۔ آیئے پیدائش کے عمل کی مختصر کہانی کو جاری رکھتے ہیں۔

انڈہ نمک کے ذرے کا تقریباً آدھا ہوتا ہے۔ وہ جگہ جہاں انڈہ اور سپرم ملتے ہیں قاذف نالی کہلاتی ہے۔ انڈہ ایک خاص رطوبت خارج کرتا ہے جو سپرم کو انڈے تک

پہنچنے میں مدد دیتی ہے۔ جونہی وہ انڈے کے اور قریب پہنچتے ہیں سپرم کی حفاظتی ڈھال انڈے کے خارج کردہ ایک اور مادے سے پگھل جاتی ہے نتیجتاً سپرم کے اوپری حصے کی جھلی پر حل ہونے والے خامروں کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں نمودار ہوتی ہیں۔

ان خامروں (Enzymes) کو استعمال کرتے ہوئے' انڈے کو بار آور کرنے والا سپرم' انڈے کی جھلی میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب سپرم انڈے کو گھیر لیتے ہیں وہ انڈے میں داخل ہونے کے لئے ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں' اکثر صرف ایک سپرم ہی انڈے کو بار آور کرتا ہے اور اسی وقت کسی دوسرے سپرم کا اس میں داخلہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ بار آوری کے عمل سے پہلے سپرم اور انڈے کے برقی چارج ایک دوسرے کے برعکس ہوتے ہیں اس لئے ایک دوسرے کے لئے کشش رکھتے ہیں لیکن پہلے سپرم کے انڈے میں داخلے کے بعد انڈے کا برقی چارج بدل جاتا ہے جو دوسرے سپرم کو دور ہٹانے کا کام کرتا ہے۔

آخر کار مرد کا ڈی این اے (DNA) 'مادہ کے ڈی این اے سے مل جاتا ہے۔ اس لمحے ایک نیا خلیہ جو بارور بیضہ (Zygote) کہلاتا ہے اور جو ماں کے رحم میں نیا انسان ہے' وجود میں آتا ہے۔

ان معلومات پر غور کرنے سے ایک اور سوال دماغ میں ابھرتا ہے کہ انڈہ کیونکر سپرم کو خوش آمدید کرنے کو پہلے سے تیار ہوتا ہے جیسے وہ جانتا ہو کہ وہ اس سے ملے گا؟ یہ کیسے ہوتا ہے؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے وہ یہ کہ انڈہ تخلیق ہی اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ خالق کی مرضی کے مطابق سپرم کے لئے موزوں ہے وہ خالق جس نے سپرم کو بھی تخلیق کیا ہے اور سپرم اور انڈے دونوں کو کنٹرول کرتا ہے۔

پیدائش کے عمل کی یہ غیر معمولی ماہیت اس کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ بار آور ہونے والا انڈہ رحم کے اندرونی حصے میں اپنی خاص غیر ہموار سطح کے ذریعے چمٹا ہوتا ہے۔ انڈے کی سطح پر چھوٹے چھوٹے ابھار بڑھ کر ماں کے رحم کے اندر پودوں کی جڑوں کے زمین میں پھیلاؤ کی طرح گہرے چلے جاتے ہیں۔ بارور بیضہ

(Zygote) ماں کے جسم میں خارج ہونے والے ہارمونز کے اثر سے بڑھنے لگتا ہے۔ وہ ماں کی مہیا کردہ غذا حاصل کرتا رہتا ہے۔

وقت کے ساتھ خلیے تعداد میں دو چار آٹھ سولہ کے حساب سے بڑھنے لگتے ہیں۔ شروع میں پرانے خلیوں کی تقسیم سے بننے والے تمام نئے خلیے ایک جیسی خصوصیات رکھتے ہیں۔ پھر اچانک نئے بننے والے خلیوں میں تفریق ہونے لگتی ہے اور وہ علیحدہ خصوصیات دکھانے لگتے ہیں کیونکہ اب وہ جنین کے مختلف اعضاء بنائیں گے۔ آج کل کی سائنس اب تک اس سوال کا خاطر خواہ جواب دینے کی قابلیت نہیں رکھتی کہ خلیوں کی یہ تفریق کیوں اور کیسے عمل میں آتی ہے اور اتنی کمال ترتیب سے کیسے مختلف اعضاء بنتے ہیں۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد جیلی نما جنین میں یک لخت تبدیلی آتی ہے۔ نرم ساخت کے اندر حیرت انگیز طور پر بالکل ٹھیک جگہوں پر نسبتاً ناہموار ہڈیاں بننا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہاں پر جو چیز تعجب خیز ہے وہ یہ کہ وہ خلیے جو شروع میں بالکل یکساں خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں، تفریق کے عمل سے گزرنے کے بعد کچھ آنکھ کے خلیے بن جاتے ہیں جو روشنی کو حساس ہوتے ہیں، دوسرے اعصابی خلیے بن جاتے ہیں جن میں کچھ حرارت کو بھانپنے والے اور کچھ آوازوں کی لرزش کو جانچنے والے بن جاتے ہیں۔ آخر کار جنین کی ساخت تکمیل کو پہنچ جاتی ہے اور دنیا میں ایک نیا بچہ جنم لیتا ہے۔ اس مرحلے پر اپنی ابتدائی حالت یعنی ایک بار آور شدہ انڈے سے سو بلین گنا بڑا اور چھ بلین گنا وزنی ہوتا ہے۔

اوپر بیان کردہ یہ مختصر تاریخ ہم سے متعلق ہے کیونکہ یہ کہانی ہے کہ ہم کیونکر وجود میں آئے۔ ہمارے لئے ہمارے وجود کے اس عظیم، غیر معمولی اور پیچیدہ کارنامے کی اصل علت اور حقیقی مالک کو پانے سے زیادہ کیا چیز اہم ہو سکتی ہے؟

جب ہم اس مختصر تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں بہت سے دوسرے سوالوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کا جواب سائنس جو مادیت کے زیر اثر ہے تاحال جواب دینے

سے قاصر ہے۔ لیکن اب بھی بہت سے سوالات ایسے ہیں جو جواب طلب ہیں ان میں سے ایک یہ کہ ایک ہی ساخت کے خلیے تقسیم ہوتے ہوئے جسم کے مختلف اعضاء بنانے کے لئے کیونکر گروہوں کی شکل میں اکٹھا ہونا شروع ہوتے ہیں؟

درحقیقت ان تمام سوالوں کا ایک خالق کی موجودگی کے بغیر جواب ہی نہیں ہے۔ یہ سوچنا ایک بہت بڑی غلطی ہوگی کہ یہ سب پیچیدہ طریق عمل خود بخود یا حادثاتی طور پر چل رہا ہے۔ خلیے کیسے متفق ہوجاتے ہیں کہ وہ انسانی اعضاء بنائیں گے۔ آیئے اس بارے میں مزید سوچتے ہیں۔ فرض کیجئے دو عقل مند اشخاص ملتے ہیں اور ایک تعمیری منصوبے پر کام کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ان دونوں کے مابین بھی کچھ غلط فہمیوں کا پیدا ہونا ناگزیر ہے اور اس طرح منصوبے کی کامیابی خطرے میں پڑسکتی ہے۔ پھر یہ کیسے ہوتا ہے کہ ہزاروں' کروڑوں خلیے مل کر بغیر کسی حادثے کے کمال نظم و ضبط کے ساتھ اکٹھے کام کرتے ہیں۔ کس کی یہ جرات ہے کہ وہ اس سوال کا یہ جواب دے ''یہ حادثاتی طور پر ہونا ممکن ہے'' آج کل کے کچھ دہریے سائنس دان اس عظیم واقعے کو 'قدرت کا جادو' قرار دیتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ قدرت کون اور کیا ہے؟ کیا قدرت بھی تخلیق نہیں کی گئی؟

اس سوال کا جواب دینے کی ایک اور کوشش اسے ماں اور باپ کی طرف منسوب کرکے کی جاسکتی ہے جو کہ بے معنی ہوگی۔ والدین کا کردار اس میں درحقیقت نہ ہونے کے برابر ہے۔ ماں اور باپ میں سے کوئی نہیں جانتا کہ ان کے اندر جنسی خلیے بنے' بار آور ہونے اور جنین کی نشوونما کے عمل میں کیا کیا ہوتا ہے۔ ماں' جس کو عمل ولادت پر کوئی کنٹرول نہیں وہ بچے کی حتمی تاریخ پیدائش کے بارے میں بھی نہیں جانتی۔ اس کے باوجود ماں اور باپ کو ایک زندگی کی ابتداء کرنے والوں کے طور پر دیکھا جاتا ہے لیکن کیا وہ واقعی مبداء ہیں؟ ماں اور باپ بچے کے لئے انتہائی اہم ہیں کیونکہ وہ اس کو وجود میں لانے میں کردار ادا کرتے ہیں اس کے برعکس کوئی اپنے حقیقی اور اصلی خالق کے بارے میں کبھی نہیں سوچتا یا بہت کم غور کرتا ہے۔

کیا خالق حقیقی جو اصل قوت کا مالک ہے اور جو ہماری ہر چیز پیدائش' زندگی' موت پر قدرت رکھتا ہے' زیادہ محبت اور عزت کے قابل نہیں؟ اس کا وجود ظاہر ہے اس کے بغیر کسی چیز کا وجود ممکن نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جو کسی کو یا کسی مادہ کو خود سے تخلیق کر سکے جبکہ اللہ وہ ذات ہے کہ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا جیسا کہ سورۃ الاخلاص کی تیسری آیت میں بیان کیا گیا:

قرآن پاک میں تخلیق کو یوں بیان فرمایا گیا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝

''ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا' پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا' پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی' پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا' پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں' پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا' پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ' سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔'' (المومنون 12-14)

اس وضاحت کے بعد یہ ظاہر ہے کہ ہمارے اور کہانی میں بیان کردہ شخص میں کوئی فرق نہیں جو اچانک وجود میں آ کر اپنے اور گرد و پیش کی چیزوں کے خالق کو جاننے کا مشتاق تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے اپنے آپ کو قدرے بڑا پایا تھا اور بغیر والدین کے کہ جنہوں نے اسے جنم دیا ہو اور پرورش کی ہو۔ لیکن اب جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے وجود میں آنے کو صرف والدین سے منسوب نہیں کیا جا سکتا' ہم اپنی حالت' کہانی میں بیان کردہ شخص جیسی سمجھ سکتے ہیں۔

ایسی صورتحال میں کرنے کی سب سے اہم چیز خالص حق کی تلاش ہے۔ ان لوگوں کی سننا جو علم رکھتے اور سچائی کے بارے میں گواہی رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور

پھر اس پر غور و فکر کرنا جو ہمیں بتایا گیا ہے۔

کہانی والے آدمی کو دوبارہ لیجیے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شہر کے کچھ لوگوں سے ملتا ہے جو اسے بتاتے ہیں کہ وہ اسے اس کے خالق اور گرد و پیش کی ہر چیز کے خالق کا تعارف کرواسکتے ہیں اور اس کی طرف سے کتاب بھی ہے۔

آپ کے خیال میں اس کا رویہ کیا ہوگا؟ کیا وہ ان کی بات پر توجہ کرے گا یا ان سے منہ پھیر لے گا اور روزمرہ کے عام سوالات کو ترجیح دے گا جیسے میں آج شام کیا پہنوں گا؟ یا میں اسے کیا کہوں گا؟ وغیرہ۔ یہ ہر روز دہرائے جاتے ہیں اور ایک دن جب اس کی موت آجائے گی تو یہ سب بے معنی ہو جائیں گے۔ ان دونوں میں کون سا انتخاب معقول، صحیح اور دیانت دارانہ ہے؟ آپ یقیناً اس آدمی کے بارے میں صحیح جواب جانتے ہیں لیکن آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟

جو مراحل تخلیق کے عمل تک لے جاتے ہیں ان کے بارے میں قرآن کی دوسری آیات میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ؕ اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَۃً مِّنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی ۙ ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۙ فَجَعَلَ مِنۡہُ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَ الۡاُنۡثٰی ؕ اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ۝

”کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ ایک حقیر پانی کا نطفہ نہ تھا جو (رحم مادر) میں ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر وہ ایک لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اس کا جسم بنایا اور اس کے اعضاء درست کیے، پھر اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے والوں کو پھر سے زندہ کرے؟“ (القیامۃ 36-40)

وَ اللّٰہُ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ثُمَّ جَعَلَکُمۡ اَزۡوَاجًا ؕ وَ مَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِہٖ ؕ وَ مَا یُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا یُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِہٖۤ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ ۝

”اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنا دیے (یعنی

مرد وعورت) کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور نہ کسی کی عمر میں کچھ کمی ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوتا ہے۔ اللہ کے لئے یہ بہت آسان کام ہے۔" (فاطر 11)

انسان کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے اور مخلوق ہونے کے ناطے وہ اس حقیقت کو بدل نہیں سکتا۔ وہ اپنی موجودگی کی اور کوئی توجیہ نہیں کر سکتا۔ چونکہ وہ تخلیق کیا گیا ہے اس لئے اسے بے قابو اور غیر ذمہ دار حیثیت میں چھوڑا نہیں جا سکتا۔ جیسا کہ اوپر کی آیات میں زور دیا گیا ہے یقیناً اس کی تخلیق کا ایک مقصد ہے۔ پھر وہ کہاں جواب تلاش کرے؟ اس سوال کا ایک ہی جواب ہے اور وہ اللہ کی کتاب میں ہے جو اس کی طرف بھیجی گئی ہے۔

قرآن میں غور و فکر کرنا

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۞ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۞ ءَاَنْتُمْ
تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۞ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا
نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۞ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ۞ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۞ اَفَرَءَ
يْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۞ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۞ لَوْ نَشَآءُ
لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۞ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۞ بَلْ نَحْنُ
مَحْرُوْمُوْنَ ۞ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۞ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ
مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۞ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا
تَشْكُرُوْنَ ۞ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۞ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ
شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ۞ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا
لِّلْمُقْوِيْنَ ۞ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۞ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ
النُّجُوْمِ ۞ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۞ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۞
فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۞ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۞ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ۞ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۞

"ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر کیوں تصدیق نہیں کرتے؟ کبھی تم نے غور کیا۔
یہ نطفہ جو تم ڈالتے ہو اس سے بچہ تم بناتے ہو یا اس کے بنانے والے ہم ہیں؟
ہم نے تمہارے درمیان موت کو تقسیم کیا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ
تمہاری شکلیں بدل دیں اور کسی ایسی شکل میں تمہیں پیدا کر دیں جس کو تم نہیں
جانتے۔ اپنی پہلی پیدائش کو تو تم جانتے ہی ہو پھر کیوں سبق نہیں لیتے؟
کبھی تم نے سوچا' یہ بیج جو تم بوتے ہو ان سے کھیتیاں تم اگاتے ہو یا ان کے
اگانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو ان کھیتیوں کو بھس بنا کر رکھ دیں اور تم

طرح طرح کی باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر تو الٹی چٹی پڑ گئی بلکہ ہمارے تو نصیب ہی پھوٹے ہوئے ہیں۔ کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا' یہ پانی جو تم پیتے ہو'اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہیں؟ ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنا کر رکھ دیں پھر کیوں تم شکر گزار نہیں ہوتے؟ کبھی تم نے خیال کیا' یہ آگ جو تم سلگاتے ہو'اس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ ہم نے اس کو یاددہانی کا ذریعہ اور حاجت مندوں کے لئے سامان زیست بنایا ہے۔

پس اے نبی ﷺ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔

پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے مواقع کی' اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے' کہ یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے'ایک محفوظ کتاب میں ثبت' جسے مطہرین کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ پھر کیا اس کلام کے ساتھ تم بے اعتنائی برتتے ہو۔'' (الواقعہ 57-81)

آپ قرآن کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

مشرق وسطیٰ کے اکثر ممالک جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں جو لوگ عام شہری سمجھے جاتے ہیں وہ اس کا یہ جواب دیں گے ''قرآن ہمارے مذہب کی مقدس کتاب ہے'' لیکن وہ قرآن کے مواد کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں کہ ان کے ورقوں میں کیا لکھا ہے۔ درحقیقت قرآن کو بہت سے مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو اس کے نزول کے اصل مقصد سے بہت دور ہٹے ہوئے ہیں۔ اس کو اکثر گھر کی دیواروں پر سجاوٹی غلاف میں لٹکایا جاتا ہے اور بڑے بوڑھے اسے وقتاً فوقتاً پڑھتے ہیں۔ اسے لوگ عربی زبان میں پڑھتے ہیں لیکن جیسا کہ وہ صرف عربی حروف پڑھنا جانتے ہیں لیکن اس کا معنی نہیں جانتے۔ بسا اوقات جو کچھ وہ پڑھتے ہیں اس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے اور یوں قرآن کے اصل مواد تک ان کی کوئی رسائی نہیں۔

قرآن سے لوگوں کو بہت دلچسپ فوائد مہیا ہونے کی توقعات ہوتی ہیں۔ اس کو پڑھنے کے بعد اور کسی دوسرے شخص کے چہرے پر زور سے پھونکنے جیسی بے ہودہ رسومات ادا کر کے پڑھنے والے اور اس کے قریبی رشتہ دار کسی ممکنہ حادثہ یا بدقسمتی سے محفوظ تصور کیے جاتے ہیں۔ قرآن کو ایک قسم کا تعویذ تصور کیا جاتا ہے جو کچھ طلسماتی الفاظ پر مشتمل ہے اور جو لوگوں کو بدقسمتی سے محفوظ رکھتا ہے۔ قرآن کو خوف زدہ کرنے والی طاقت بھی تصور کیا جاتا ہے یہ جھوٹ بولنے پر لوگوں کو سزا دیتا ہے۔ قبرستانوں میں یہ مردوں کے لئے بغیر ان کا مطلب جانے پڑھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ قسمت کا حال معلوم کرنے (فال نکالنے) کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مختصراً مسلم اکثریت والے ممالک میں سے زیادہ تر ملکوں میں صرف چند فیصد لوگ قرآن کا مفہوم سمجھتے اور اس میں تدبر کرتے ہیں جیسا کہ حق ہے۔ نتیجتاً وہ لوگ جو قرآن کے اصل پیغام سے نابلد ہیں وہ اس کو مختلف معنی پہناتے ہیں۔ بہت سے لوگ کچھ روایات کا منبع قرآن کو مانتے ہیں اگرچہ وہ قرآن کے پیغام کے برعکس ہوں۔ مثال کے طور پر بہت سے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نیلا موتی جو کہ شیطانی نظر کو بھگانے کی طاقت رکھتا ہے، قرآن کا تجویز کردہ ہے وغیرہ۔ پھر قرآن کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کا جواب قرآن ہی سے لینا چاہئے کیونکہ اصل سچائی یہیں سے مل سکتی ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

''یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لئے اور یہ بھیجا گیا ہے اس لئے کہ ان کو اس کے ذریعے سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آ جائیں۔'' (ابراہیم 52)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

''ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنا دیا ہے اب ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (القمر 32)

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○

''اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔'' (یوسف 111)

الٓمٓ ○ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ○

''یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے متقین کے لیے۔'' (البقرۃ 2)

یہ اور اسی طرح کی بہت سی دوسری آیات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ قرآن کے نزول کا اصل مقصد لوگوں کو اہم معاملات میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دینا ہے جیسے تخلیق اور زندگی کا مقصد' اللہ تعالیٰ جس نے ان کو پیدا کیا' اس کے بارے میں جاننا اور ان کی سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرنا' قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو کھلے دل اور روح والے لوگوں کی ضرورت ہے۔

بڑے پیمانے پر ادا کی جانے والی بہت سی رسومات جن کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ ان کا ماخذ قرآن ہے' درحقیقت قرآن سے نہیں ہیں اس کے برعکس وہ قرآن کے پیغام سے ٹکراتی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن میں بیان کردہ اصل دین اور عمومی طور پر پایا جانے والے مذہبی تصور میں حددرجہ فرق ہے۔ یہ تفاوت اصل منبع قرآن کو چھوڑ دینے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ○

''اور رسول ﷺ کہیں گے کہ اے میرے رب میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانہ تضحیک بنالیا تھا'' (الفرقان 30)

اس لئے سب سے پہلی ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن کے بارے میں یہ غلط نقطہ نظر صحیح کیا جائے اور لوگوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ قرآن صرف نبی ﷺ ہی کو خطاب نہیں کرتا بلکہ سب لوگوں کو کرتا ہے جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو یہ جانے پہچانے الفاظ منہ سے نکالتا ہے ''الحمد للہ میں مسلمان ہوں۔'' اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے۔ قرآن میں آیات کی تلاوت اور ان کو سمجھنے کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝

''یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں بے شک اللہ لطیف اور باخبر ہے۔'' (الاحزاب 34)

قرآن میں جو حکم دیا گیا ہے' اسے نہ کرنے اور قرآن کے اصل ذرائع سے دین نہ سیکھنے کی وجہ سے دین میں بیش بہا تعصبات جو روایات سے جنم لیتے ہیں' داخل کر دیئے گئے ہیں۔ قرآن کی آیات اس بات پر بہت زور دیتی ہیں کہ دین سمجھنے کے لئے قرآن کے علاوہ کسی اور ذریعے کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝

''تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں' حالانکہ اس نے پوری تفصیل کے ساتھ تمہاری طرف کتاب نازل کر دی ہے؟ اور جن لوگوں کو ہم نے (تم سے پہلے) کتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمہارے رب ہی کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے لہذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔'' (الانعام 115)

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ

﴿ فَأْتُوا بِكِتَٰبِكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴾

''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے حکم لگا رہے ہو؟ کیا تمہیں ہوش نہیں آتا؟ یا پھر تمہارے پاس اپنی ان باتوں کے لیے کوئی صاف سند ہے' تو لاؤ اپنی وہ کتاب اگر تم سچے ہو۔'' الصٰفٰت (157-154)

بے شک قرآن کو سیکھنا صرف ابتدائی قدم ہے کیونکہ اس کے بعد اس پر عمل کرنا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن صرف ساتویں صدی کے مسلمانوں کو خطاب کرتا ہے اور کچھ دوسرے یہ سوچتے ہیں کہ صرف چند آیات ساتویں صدی کے مسلمانوں کے علاوہ دوسرے لوگوں سے مخاطب ہیں۔ اس قسم کی ذہنیت قرآن کو بس پڑھ لینے سے مطمئن ہو جاتی ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایسا کرنے سے اس نے مذہبی فریضہ انجام دے دیا' حالانکہ معاملہ صرف قرآن کو صرف سیکھ لینا ہی نہیں بلکہ اس کو عمل میں لانا' قرآن میں بیان کردہ فرائض کو پورا کرنا' قرآن میں بیان کردہ اخلاقی معیار کو اپنانا' مختصراً یہ کہ قرآن کو اپنی روزمرہ زندگی میں نافذ کرنا ہے۔

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن پرانا ہو گیا ہے اور نئے دور کے مطابق اس پر نظر ثانی ہونی چاہیے وہ اس حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے کہ قرآن وقت کی زنجیروں میں قید نہیں بلکہ یہ تمام زمانوں اور تمام معاشروں پر محیط ہے کیونکہ یہ اللہ کا نازل کردہ ہے' جو ہر چیز' ماضی اور مستقبل کا علم رکھتا ہے۔ جب کوئی شخص مخلص دل اور کھلے دماغ سے قرآن پڑھتا ہے وہ یہ دیکھ سکتا ہے کہ قرآن میں بیان کردہ لوگوں اور معاشروں کے نمونے تاریخ کے ہر دور حتیٰ کہ آج کل بھی موجود ہیں اور یہ کہ قرآن لوگوں اور معاشروں کی موجودہ حالت کا تذکرہ کرتا ہے۔ قرآن میں ہر اس معاشرے کے فساد' بگاڑ اور غلطیوں کا تذکرہ واضح طور پر بیان کیا گیا ہے جو مذہبی اقدار سے ہٹا ہوا ہے۔ ان معاشروں کے لوگوں کا مذہب کے متعلق ردعمل مکمل تحلیل نفسی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ واقعات اور تجزیے آج کی دنیا سے مکمل مناسبت رکھتے ہیں اور یوں قرآن کے معاشرتی معجزے کا اظہار کرتے ہیں۔

یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ ایسے بے ربط نظریات کہ "معاشرہ تو مسلسل ترقی پذیر ہے جبکہ مذہب ساکن ہے" قرآن نے تشخیص کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ فہم و ادراک کی کمی کے باعث ہے۔ ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہزاروں سال پہلے رہنے والے کافر بھی مذہب کو پرانے لوگوں کی کہانیاں گردانتے تھے۔ (النحل ۲۴)

جب ایک شخص قرآن پڑھنا شروع کرتا ہے اور اسے اپنی روزمرہ زندگی میں اپنا لیتا ہے تو وہ قرآنی آیات میں بیان کردہ سچا مسلمان بننے کی راہ پر چلنے والا سمجھا جائے گا۔ وہ تعجب کے ساتھ دیکھنا شروع کرے گا کہ کس طرح قرآن اس کی زندگی کے ہر لمحے پر پورا اترتا ہے۔ قرآن میں ان بہت سے واقعات کا ذکر ہے جس کا ایک انسان تجربہ کرتا ہے اور ایسے مواقع پر ایک مسلمان کا متوقع کردار بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کو صرف بغیر عمل کے پڑھ لینے اور جان لینے پر مطمئن ہو جانے کے کئی ناخوشگوار نتائج ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ایسے لوگوں کی طرح بیان فرماتے ہیں جن کا یہی طرز عمل تھا اور ان کو ایک گدھے سے تشبیہ دیتے ہیں جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہو اور ان کی کچھ سمجھ نہ ہو۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

"جن لوگوں کو توراۃ کا حامل بنایا گیا تھا مگر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ اس سے بھی زیادہ بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔" (الجمعۃ: 5)

آن میں بیان کیا گیا اور ہمارے آباؤ اجداد کا مذہب

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْھَآ اٰبَآءَ نَا وَاللّٰہُ اَمَرَنَا بِھَا ط قُلْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ط اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ o

''اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی بتایا ہے۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا' کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے؟'' (الاعراف 28)

قرآن کو چھوڑ کر اصل دین کا وجود ایک ناممکن تصور ہے اس لئے قرآن کے دین اور ان روایات میں جن کو غلطی سے اصل دین کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے' واضح تفریق ہونی چاہئے۔

دین یا عقیدے کا تصور خاص توجہ مانگتا ہے۔ دین یعنی اسلام سیدھا اور خالص قرآن کا نفاذ ہے جس کو دین سمجھا جاتا ہے وہ ہمارے آباؤ اجداد کی دی ہوئی روایات کا سلسلہ ہے جو یقیناً اسلام نہیں ہے۔ آج کل بہت سے لوگ اپنے آپ کو مذہبی تصور کرتے ہیں حالانکہ وہ قرآن کے بارے میں کچھ خاص نہیں جانتے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صورتحال کس قدر بگڑ گئی ہے۔ دین کا تصور ہمارے آباؤ اجداد سے ملے ہوئے ورثے کے طور پر رہ سکتا ہے لیکن ایسے ورثے کو برقرار رکھنا اللہ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

بہت سے معاشروں میں جہاں لوگ بدھا کو ماننے والے ہوں' یہودی ہوں یا بت پرست جو افریقی قبیلے میں رہتے ہوں اور بتوں کو پوجتے ہوں' وہ سب جو کچھ کرتے ہیں وہ اصل میں روایتی معاملہ ہے۔ اس لئے اس کا کوئی عمل بھی اصل دین

نہیں سمجھا جا سکتا۔ ان ''مذاہب'' کی پیروی کرنے والے اکثر لوگوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ معاشرے کے موافق زندگی گزارنا' اپنی روایات کو زندہ رکھ کر' فرقت وطن کی اپنی بیماری کو مطمئن کرنا اور مذہب سے اپنے ذاتی فوائد حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اکثر لوگوں نے دین کا تصور اس کے اصل ذرائع کو دیکھ کر نہیں بلکہ اپنے آباؤ اجداد کو دیکھ کر بنایا ہے۔ اس لئے مذہب کے بارے میں ان کے تصور کی روایات' درحقیقت روایات کے بارے میں ان کا تصور ہے۔

جہاں تک روایات کا تعلق ہے اس کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جس میں بہت سے بے معنی توہمات' بزرگوں کے بارے میں گھڑی ہوئی کہانیاں' پیغمبروں اور اولیاء کی طرف منسوب جھوٹے اقوال اور اعمال' مافوق الفطرت واقعات کی غیر معقول وضاحتیں' ان سب کو اصل دین سمجھ لیا گیا ہے۔ درحقیقت بہت سے لوگ جو یہ روایات اپنے خاندان اور معاشرے سے سیکھتے ہیں جہاں وہ رہتے ہیں' سمجھتے ہیں کہ ان روایات کی بنیاد ناقابل اعتبار ہے اور بے شمار باطل دلائل سے بھری پڑی ہے لیکن چونکہ وہ اپنے آپ کو حق کی تلاش اور دین کی اصل حقیقت کے بارے میں جاننے کی کوشش میں ڈالنا نہیں چاہتے' اس لئے وہ یا تو دین کو ویسے ہی تسلیم کر لیتے ہیں جیسا کہ ہے یا پھر جیسے شروع میں ہم نے ذکر کیا کہ وہ اس سے ممکن حد تک دور رہتے ہیں۔ دراصل' اصل دین کی طرف منسوب شدہ باطل دلائل ہی ان کے دین سے فرار کے عذر کا راستہ صاف کرتے ہیں۔

اس لئے اصل دین کی حقیقت سمجھنے کے لئے سب سے پہلی چیز جو ہمیں کرنا ہے وہ یہ کہ قرآن کی طرف دین کے بنیادی منبع یا سرچشمہ کے طور پر رجوع کرنا ہے۔ اس کو سمجھنا مشکل نہیں۔ ہمیں یہ حقیقت ذہن میں رکھنی چاہئے کہ کافر بھی جب اسلام کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہیں تو قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیا آپ قرآن کے علاوہ دین کے کسی اور بہتر بنیادی سرچشمے کی طرف رجوع کا سوچ سکتے ہیں جو اللہ

تعالیٰ کی طرف سے اس کے مقدس نظام کو واضح کرنے کے لئے نازل کیا گیا ہو؟ بے شک کچھ اور حوالہ جات کو بھی اہمیت دی جانی چاہئے لیکن یہ نہ بھولیں کہ ان کا حقیقی مقام قرآن کی تائید اور دین کو سمجھنے کی ہماری کوشش میں ہمارا اس کی طرف رجوع کرنا ہے۔ وہ لوگ جو قرآن کے بجائے' توہمات پر دین کی بنیاد رکھتے ہیں ا نکا تذکرہ قرآن میں ناپسندیدگی سے کیا گیا ہے۔

مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ٥ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ٥

''تمہیں کیا ہو گیا ہے' کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟'' (القلم 36-37)

دین ایک مسلمان کے لئے سب سے اہم موضوع ہونا چاہئے۔ اسے علم ہونا چاہئے کہ وہ سچے دین اور دوسرے نظام میں فرق کر سکے اور صحیح دین کو حاصل کرنے کی تڑپ کو اپنا فرض سمجھنا چاہئے۔

فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا٥

''''تو جنہوں نے اسلام (اطاعت کا راستہ) اختیار کر لیا تو انہوں نے نجات کی راہ ڈھونڈ لی۔'' (الجن 14)

سچے مومن اور بہروپے

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○

"پوچھیے تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو؟ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی، کہہ دیجیے کہ پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ دریافت کیجیے کہ ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ کہہ دیجیے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ پوچھیے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور کون ہے وہ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ اگر تم جانتے ہو تو بتلا دو؟ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ کہہ دیجیے کہاں سے تم کو دھوکہ لگتا ہے؟ حق یہ ہے کہ ہم نے انہیں حق پہنچا دیا ہے اور یہ بے شک جھوٹے ہیں۔" (المومنون 84-90)

آیئے ہم شروع میں دی گئی اپنی مثال کی طرف چلتے ہیں۔ ہم نے شہر میں لوگوں کے ایک گروہ کا ذکر کیا تھا جو دوسروں سے ہر لحاظ سے بہت مختلف تھے اور جن کے ساتھ شہر والوں کا رویہ معاندانہ تھا۔ ہم نے یہ بھی واضح کیا تھا کہ اس گروہ کے پاس ایک کتاب تھی جو شہر اور ہر چیز کے مالک نے رہنما کے طور پر ان کو عطا کی تھی۔ یہ ہیں مومن۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ شہر کے دوسرے لوگ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے۔ ہم نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ اس شہر کا معاشرہ جاہلی معاشرہ تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں

کہ یہ معاشرہ بے دین ہے۔ اس کے برعکس اس جاہلی معاشرے کے لوگ اپنے آپ کو بہت مذہبی سمجھتے ہیں اگرچہ جس دین سے ان کا تعلق ہے وہ سچا دین نہیں ہے۔ یہ روایات کا دین ہے۔ ایسا دین جو بے بنیاد حتیٰ کہ گمراہ کن عقائد اور اعمال سے بھرا ہوا ہے۔ جن کی بنیاد ان کے آباؤ اجداد کے دین میں ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح دین کی پیروی کر رہے ہیں اور اس کو بضد زندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن اس قسم کی خصوصیات کی طرف اس آیت میں اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کی تابعداری کرو تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو جس طریق پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اس کی تابعداری کریں گے' اگرچہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔'' (لقمن 21)

جاہلی معاشرے کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی روایات کا اللہ کے نام پر دفاع کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک غیر مخلصانہ دفاع ہے کیونکہ اصل میں انہیں اللہ کی کوئی پرواہ نہیں۔ اگرچہ یہ لوگ خصوصاً حکمران اور شہر کے رہنما اللہ کی حمد وثنا کرتے نہیں تھکتے لیکن اگر مذہب ان کی دلچسپیوں سے ٹکراتا ہے تو فوراً اللہ سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اس حد تک کہ پیغمبر کے قتل جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے اللہ کی قسم کھاتے ہیں۔

وَكَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

''اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے آپس میں بڑی قسمیں کھا کھا کر عہد کیا کہ

رات ہی کو صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں پر ہم چھاپہ ماریں گے اور اس کے وارثوں سے صاف کہہ دیں گے کہ ہم اس کے اہل کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے۔ اور ہم بالکل سچے ہیں۔" (النمل 48-49)

جاہلی معاشرے میں لوگوں کا ایک ایسا گروہ بھی ہے جو قرآن جانتا ہے اور وہ دین پر عمل کرنے کا وعدہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ اس دنیا کی رنگینیوں کو ترجیح دیتے ہیں اور دین سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اس تمام منافقت کے باوجود وہ اپنے آپ کو "کامل مسلمان" گردانتے ہیں۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۚ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۚ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۚ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

"پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب کو ان سے حاصل کیا وہ اس دنیائے فانی کا مال متاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جائے گی حالانکہ اگر ان کے پاس ویسا ہی مال متاع آنے لگے تو اس کو بھی لے لیں گے۔ کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھ لیا اور آخرت والا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ رکھتے ہیں پھر کیا تم نہیں سمجھتے؟" (الاعراف 169)

اس صورت میں یہ سمجھنے کے لئے کہ آیا ایک شخص یا لوگوں کا گروہ حقیقتاً مسلمان ہے یا نہیں' انتہائی محتاط مشاہدے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ جیسا کہ اوپر کی آیت میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مذہب کے بارے میں بے لگام گفتگو کرنے والا ضروری نہیں کہ حقیقی مومن ہو۔ ایک شخص سوچ سکتا ہے کہ ایسے لوگ اتنے کم ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں' تاہم ایسے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں اور قرآن کی

بہت سی آیات میں ان کا وجود کھلے طور پر بیان ہوا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○

''بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں' لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری میں مزید بڑھا دیا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' (البقرۃ 8-10)

دوسری آیات ہمیں خبردار کرتی ہیں کہ جب یہ بناوٹی مذہبی لوگوں سے کچھ سوال پوچھے جاتے ہیں تو وہ ایک مومن کی زبان میں بات کرتے ہیں۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○

''آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ ''اللہ'' تو ان سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔ سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے۔ پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے پھر کہاں پھرے جاتے ہو؟'' (یونس 31-32)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○

''اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے' پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں؟'' (الزخرف 87)

یہ سب آیات بتاتی ہیں کہ ایک حقیقی مومن ہونے کا معیار' جاہلی معاشرے کے مذہبی معیار سے مختلف ہے۔ جاہلی معاشرے میں جب کوئی شخص کہتا ہے کہ الحمد للہ میں مسلمان ہوں تو اسے سچا مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ جب ہم قرآن کے معیار پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ گواہی کافی نہیں۔ اگلے باب میں ہم ایک سچے مسلمان کی خصوصیات کا تفصیل سے جائزہ لیں گے۔

صفات مومن ایمان والے جیسا کہ قرآن میں بیان کئے گئے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ٥

''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔'' (الانفال 2)

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا ٥

''اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔ دین اپنے باپ ابراہیمؑ کا قائم رکھو اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی۔'' (الحج 78)

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ٥

''اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (حم السجدۃ 33)

اسلام کا ایک ہی بنیادی اصول ہے صرف اللہ کی عبادت کرنا۔ اسلامی زندگی میں اس اصول کے عمل میں لانے کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہئے۔ دوسری تمام چیزیں جن کی بنیاد یہ اصول نہیں وہ اسلام نہیں بلکہ جاہلیت کے مذہب کی قسم ہیں۔

اختصار سے بیان کی گئی یہ حقیقت اپنے اندر بہت گہرے معانی رکھتی ہے جو بہت سے لوگوں کے تصور سے بڑھ کر ہے یہ اس لئے کہ جاہلی معاشرے کے ارکان اپنے آپ کو پہلے ہی مومن سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی کرنے والا نہیں سمجھتے اور یہ اس لئے بھی کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے اپنے سامنے کوئی بت نہیں رکھتے۔ نماز بھی صرف عیدین اور جمعے کے دن پڑھ کر وہ تصور کرتے ہیں کہ یہ سوچنا ان کا حق ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت حال بالکل مختلف ہے۔ یہ غلط فہمی اس لئے پیدا ہوتی ہے کیونکہ عبادت کو قابل اطاعت ہستی کے آگے صرف سجدہ کرنے پر محمول کر لیا گیا ہے۔ عبادت کا یہ محدود مطلب دوسرے مذہبی فرائض سے کوتاہی اور قرآنی اخلاق اپنانے میں ناکامی کا باعث بنتا ہے حالانکہ عبادت کا اصل مفہوم قرآن ہی سے لیا جانا چاہئے۔ دوسرے الفاظ میں اس کے معنی کو جاہلی معاشرے کی غلط عکاسی کے بجائے قرآن میں اس کی وضاحت کے مطابق سمجھنا چاہئے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ○

"میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری بندگی کریں۔" (الذریٰت 56)

جیسا کہ اوپر کی آیت میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ انسان اور جن اللہ کی بندگی کے لئے تخلیق کئے گے ہیں۔ لازمی بات ہے کہ یہ تعریف مومن کو سزاوار ہے۔ اپنے مقصد تخلیق اور فطرت کے مطابق ایک مومن صرف اللہ کی بندگی کرتا ہے اور جیسا اوپر کی آیت میں بیان ہوا اللہ کی بندگی کے سوا کچھ نہیں کرتا۔ اگر ہم اس آیت کو جاہلی معاشرے کی سمجھ کے مطابق لیں تو کیا ہم یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ مومن کو اپنی زندگی کے خاتمے تک سجدے میں رہنا پڑے گا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ جب ہم قرآن پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی عبادت میں قرآن کے عائد کردہ تمام فرائض اور ذمہ داریاں نبھانا اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کی گئی تمام سرگرمیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خدمت اور بندگی کا حق کیونکر ادا ہو' یہ قرآن

کے حوالے سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

''کہہ دیجئے بے شک میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا سب رب العالمین کے لئے ہے۔'' (الانعام 163)

جیسا کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اصول صرف نماز تک محدود نہیں ہے بلکہ تمام زندگی حتیٰ کہ موت پر بھی محیط ہے۔ ایک مسلمان وہ ہے جو اپنی تمام زندگی اللہ کے راستے میں گزارتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے۔ اس کی رحمت اور آخرت میں ہمیشگی کے باغات۔ ایسی چیز جو اسلام سے دور کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔

دوسری جانب اللہ کی رضا کے علاوہ دوسرے مقاصد میں زندگی بسر کرنا ایسا ہے جیسے اس کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔

یہ مقاصد کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ دولت' مرتبہ' جائیداد' عورتوں اور بیٹوں کی خواہش ہو سکتی ہے لیکن قرآن میں دیے گئے اشارے کے مطابق اللہ کی رضا کو کھو دینے کی قیمت پر۔ جب کوئی شخص ایسے مقاصد کو اونچا مقام دیتا ہے تو درحقیقت وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ یہ کسی انسان کا گناہ عظیم ہے۔ ہر دور میں نبیوں نے لوگوں کو اللہ کے ساتھ شریک بنانے سے روکا۔ ان لوگوں کا واحد مقصد مختلف دنیاوی فوائد کا حصول ہوتا تھا۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ منطقی مادیت کا دعویٰ کس قدر بے بنیاد ہے جو کہتا ہے کہ شرک سے واحدانیت کا ارتقاء وقت کے ساتھ وقوع پذیر ہوا ہے۔

تاہم قرآن کے مطابق کسی بھی جگہ اور کسی بھی دور میں پائے جانے والے تمام جاہلی معاشرے اللہ کے ساتھ شریک بناتے رہے ہیں۔ اسی لئے آج دنیا کی آبادی کا بیشتر حصہ کسی نہ کسی قسم کے مشرکانہ مذہب کے پیروکاروں پر مشتمل ہے۔ اس مشرک دنیا میں بلا شرکت' صرف سچے مومنوں کے معاشرے ہی ایسے ہیں جو صرف

''اللہ کی عبادت کے دین'' پر عمل پیرا ہیں۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝

''آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔'' (یونس 104)

اب ایک مومن اللہ کی بندگی کیسے کرے؟ وہ اللہ کے راستے میں اپنی زندگی کیسے گزارے؟ کیا وہ اپنی ساری زندگی درویشی میں گزار دے یا دنیا سے الگ تھلگ سوچ بچار میں جہاں دنیا کی تمام نعمتوں سے حتیٰ کہ زندگی برقرار رکھنے والی چیزوں سے بھی کنارہ کشی کرتے ہوئے سخت مشقتیں اٹھائے یا تنہا انسان کی طرح بے حرکت، مستقل طریقہ زندگی اپنا لے۔ نہیں اسے قرآن میں بیان کردہ نمونے کی طرح زندگی گزارنا ہے نہ کہ جاہلانہ من گھڑت مذہب کی تعریف کے مطابق۔ چونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اس لئے لوگ اس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ اس کی اسے پرواہ نہ ہوگی۔ چونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو مذہبی آدمی بن کر دکھانے کا پابند نہیں ہے اس لئے اسے مذہب کی ایسی جھوٹی تعریف جو قرآن کے مطابق نہیں پورا اترنے کی ضرورت نہیں۔

وہ صرف اللہ کے لئے جیتا ہے اسی کے لئے کام کرتا ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں اپنی صلاحیتیں اور جسمانی قوت کو استعمال کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتا۔ یہ ایسا راستہ نہیں جو مشکلات سے بھرپور ہو یا ایک شخص کو زندگی کی لذتوں سے محروم کردے۔ یہ اسلام سے نابلد اکثر لوگوں کے عقیدے کے بالکل برعکس ہے۔ یقیناً جو شخص اللہ کی بندگی کرتا ہے وہ سب سے زیادہ آزاد سب سے زیادہ پر امن اور خوش

وخرم ہوتا ہے۔ ایک بار جب وہ ان تمام خداؤں سے جنہوں نے اسے غلام بنا رکھا تھا نجات حاصل کر لیتا ہے تو ایسے سوالات 'لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟ میں کیا کروں؟ مجھے فلاں شخص پسند نہیں کرتا' اگر مجھے نوکری سے نکال دیا تو کیا ہوگا؟ اسے تکلیف نہیں دیتے۔ جب وہ ان نااہل' مجبور' ظالم' نامعقول خداؤں کے ڈالے ہوئے بوجھوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنے آپ کو صرف ایک ہی خدا کے لئے وقف کر دیتا ہے جو عظیم' حکیم' ہر چیز کا جاننے والا' مہربان' رحم فرمانے والا اور طاقت ور ہے' اس نے یقیناً سب سے مضبوط سہارا تھام لیا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ ۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌo

"دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں' ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے' اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا' جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا' جاننے والا ہے۔" (البقرۃ:256)

قرآن لوگوں کو ان بیڑیوں اور بوجھوں سے آزاد کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معیار بتاتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo

"جو لوگ ایسے رسول ﷺ نبی اُمّی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں

اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کیساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔" (الاعراف 157)

اللہ تعالیٰ مومنوں کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا o

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں' فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں' راست باز مرد اور راست باز عورتیں' صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں' عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں' خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں' روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں' بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں۔ ان (سب کے لئے) اللہ تعالیٰ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔" (الاحزاب 35)

ایک مسلمان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت قریبی تعلق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا رفیق' مددگار اور خدا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اللہ سے گہری دوستی ذیل میں دیئے ان کے باپ اور اپنی قوم کے ساتھ مکالمے میں قرآن میں تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ o اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ o

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝

''آپ علیہ السلام نے فرمایا کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو؟ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا' وہ سب میرے دشمن ہیں۔ بجز سچے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہان کا پالنہار ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے۔ وہی ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا اور جس سے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا۔ اے میرے رب! مجھے قوت فیصلہ عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ۔ مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے اور میرے باپ کو بخش دے یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا اور جس دن کہ لوگ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے مجھے رسوا نہ کر جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی۔'' (الشعرا 75-88)

وہ شخص جو صرف اللہ کی غلامی میں راحت محسوس کرتا ہے اور وہ جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اور یوں بہت سے خداؤں کا غلام ہے' دونوں کے درمیان فرق کی مثال قرآن میں یوں دی گئی ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

''اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہا ہے ایک وہ شخص جس میں بہت سے باہم ضد رکھنے والے ساجھی ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا غلام ہے' کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔'' (الزمر 29)

مومن کی سب سے اہم خصوصیت غرور و تکبر سے بچنا ہوتی ہے۔ ایک سچا مومن کبھی اپنے کو خدا نہیں سمجھتا۔ وہ اپنی خامیوں کو جانتا ہے اور اللہ سے معافی چاہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اسے اپنے ہر عمل اور زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی پناہ مانگنے کی ضرورت ہے چونکہ وہ اپنی کمزوریوں سے آگاہ ہے۔ وہ اپنے بارے میں بہت اعلیٰ رائے نہیں رکھتا۔ اس لئے اسے خود ساختہ خودی کی وجہ سے روحانی طور پر کوئی الجھاؤ نہیں ہوتا اور وہ اللہ کی مدد سے اپنے آپ کو بہتر بناتا ہے۔ وہ قرآن میں بیان کردہ مثالی مومن بننے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی انکساری اس کی تمام سرگرمیوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○

''رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی (نرمی) کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔'' (الفرقان 63)

ایک کافر کا سب سے بڑا مسئلہ اس کا زعم باطل رکھنا اور اپنے کو خدا سمجھنا ہے۔ قرآن ہم سے کہتا ہے کہ ان لوگوں کے انجام پر غور کرو جو اپنی خود فریبی کی وجہ سے حق کو جھٹلاتے ہیں حالانکہ ان کے نفس اسکی تائید کرتے ہیں۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ○

''انہوں نے انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر۔ پس دیکھ لیجئے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا۔'' (النمل 14)

ایک مومن کا اس دنیا میں سب سے بڑا مقصد اپنے دین کے لئے جدوجہد کرنا ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں پیش آنے والی تمام رکاوٹوں سے جنگ کرتا ہے۔ سب سے بڑی رکاوٹ اس کے اپنے نفس کا لالچ اور سفلی خواہشات ہیں۔ تمام زندگی وہ اپنے نفس کی مخالفت کرے گا جب بھی وہ اسے اللہ کی مرضی کے خلاف دوسرا راستہ پیش کرے گا۔ اس کا نفس اسے خوف' ناامیدی اور کاہلی جیسے بے شمار حیلوں اور رکاوٹوں سے اللہ کے راستے سے ہٹا کر گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ تاہم ایک مومن اپنے جذبۂ محبت' ارادے کی پختگی' حوصلے اور صبر سے اس پر قابو پالے گا وہ کبھی سیدھے راستے سے انحراف نہیں کرے گا کیونکہ یہ اللہ کا راستہ ہے جو اس کا واحد سرپرست واحد نگہبان اور واحد مددگار ہے۔

وہ صرف اپنے لئے جدوجہد نہیں کرتا۔ وہ اس زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے اور زمین اس کو امانت دی گئی ہے۔ اس لئے وہ حکمت کے ساتھ ان حد سے گزرنے والوں کے ساتھ لڑتا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ان کو اللہ کے رستے پر چلنے سے روکتے ہیں۔ قرآن کی زبان میں وہ ان مرد' عورتوں اور بچوں کے لئے نجات اور انصاف مہیا کرے گا جو کمزور ہونے کی وجہ سے مظلوم ہیں اور ستائے جاتے ہیں۔ زمین پر رہنے والے لوگ اللہ کا انصاف ان خلفاء کی کوششوں کے ذریعے حاصل کریں گے۔

صرف وہی معاشرے حقیقی انصاف حاصل کر سکتے ہیں جو قرآن کے احکامات اور اخلاقی اصولوں پر عمل کرنے والوں کے زیر انتظام ہیں۔ ایک مومن وہ ہے جو لوگوں سے انصاف کا معاملہ کرتا ہے اور اللہ کی رضا کی خاطر ان کی حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

وہ غیر مومن جو معاشرے پر حکومت کرنا چاہتے ہیں وہ دولت' شہرت اور عہدے جیسے دنیاوی فوائد حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ ان کی حکمرانی کے دور میں حقیقی انصاف حاصل نہیں ہوسکتا۔ لیکن سچے مومن کے کندھوں پر پوری دنیا پر انصاف کی حکمرانی کے مشن کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ یہ صرف لوگوں میں قرآنی اقدار

کو پھیلانے ہی سے ممکن ہے۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ○

"اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتی ہے اور اس کے موافق انصاف بھی کرتی ہے۔" (الاعراف181)

قرآن مومنوں اور زمین پر فساد پھیلانے والوں کے درمیان تضاد کو بھی نمایاں کرتا ہے۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ○

"کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے برابر کر دیں جو (ہمیشہ) زمین میں فساد مچاتے رہے یا پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں۔؟" (ص28)

مومن دنیا کو تباہی سے بچانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ قرآن مومنوں کی یہ ٹھوس صفت یوں بیان کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ○

"وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے" (یعنی تمہیں مرتد بنا

دیں گے) پھر تم نامراد ہو جاؤ گے ۔" (آل عمران 147-149)

اسی سورہ میں آگے چل کر اللہ تعالیٰ مومنین کی بے خوفی اور دلیری بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جن سے لوگوں نے کہا" تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ" ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے" (آل عمران 173)

ایک مومن پر لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانے کے مشن کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ بھلائی کی طرف دعوت دینا اور برائی سے روکنا ان کا اولین فرض ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌo

"مومن مرد و عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار معاون اور) دوست ہیں۔ وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔ (التوبہ 71)

ایک مومن کی نمایاں خصوصیات میں سے جو اسے جھوٹے پجاری سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ جب وہ قرآن کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے تو اس کے بدلے کچھ بھی حاصل کرنے کی طمع نہیں رکھتا۔ اس کا مقصد دولت کمانا اور مرتبہ حاصل کرنا نہیں بلکہ اللہ کی رضا ہوتا ہے۔ وہ صرف اللہ کے رستے میں اپنا انعام تلاش کرتا ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَo

''پھر بھی اگر تم اعراض ہی کیے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا' میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔'' (یونس 72)

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ○

''یہی لوگ ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی' سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیے۔ آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔'' (الانعام 91)

ایک سچا مومن اخلاق کے بلند مرتبے پر ہوتا ہے۔ وہ نرم مزاج' متحمل اور بردبار شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ چونکہ وہ حالات سے نہیں ڈگمگاتا۔ وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے پختہ رد عمل اور دانش مندی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ خود ایثار دگار اور شفیق ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○

''اور وہ اپنے رب کی رضا مندی کی طلب کے لئے صبر کرتے ہیں' اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اسے چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھی بھلائی سے ٹالتے ہیں' ان ہی کے لئے عاقبت کا گھر ہے۔'' (الرعد 22)

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ○

''جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں' غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں' اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے'' (آل عمران 134)

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○

''آپ درگزر کو اختیار کریں' نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں۔'' (الاعراف199)

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○

''اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتا ہے مسکین' یتیم اور قیدیوں کو'' (الدھر8)

بے شک مومن غلطیاں بھی کریگا' آخر کار وہ ہے تو انسان ہی' لیکن جونہی اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہوگا' وہ اپنی اصلاح کرے گا اور اللہ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگ لے گا۔ اسے اپنی کوئی غلطی بھی نا امید نہیں کر دیتی کیونکہ اسے اللہ کی مدد کا یقین ہے اور وہ اس کی بے حد وحساب رحمت میں پناہ طلب کرتا ہے۔ قرآن اس کو ایسے بیان کرتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○

''جب ان سے ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں' فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے'' (آل عمران135)

مومن کے دوست صرف اللہ اور اللہ کے دوسرے مومن بندے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو صرف ان کے ایمان کے مطابق جانچتا ہے۔ وہ دوسروں کے لئے ان کی نسل' معاش' خاندانی تعلقات یا ان سے نفع حاصل کرنے کی وجہ سے محبت نہیں کرتا۔ واحد کسوٹی جو انہیں اس کی محبت کے قابل بناتی ہے وہ ان کا اعلیٰ درجے کا تقویٰ ہے۔ اس کا قریبی دوست' دوست نہیں رہتا' اگر وہ اللہ کا دشمن ہے۔ دوسری طرف کوئی بھی مومن جس نے اپنے آپ کو اللہ کے لئے وقف کر دیا ہے' اس کا قریبی بھائی ہے اگرچہ دونوں میں خاندانی تعلق' معاشی مرتبہ یا مالی مناسبت جیسے معاملات

میں کچھ بھی مشترک نہ ہو۔ وہ اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرتا اور اللہ کی رضا کی خاطر نفرت کرتا ہے۔

وہ ایک عقل مند آدمی ہوتا ہے وہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے چونکہ وہ اللہ پر توکل کرتا ہے اس لئے وہ خوف' اضطراب اور دنیاوی معاملات کی پریشانیوں سے بچا رہتا ہے۔ چونکہ وہ کشادہ دل انسان ہے' وہ اعلیٰ سوچ رکھتا ہے اور حالات کی پیچیدگیوں کو آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ اس کی دلیل حکمت اور علم سے تقویت پاتی ہے۔

وہ زمین پر خلیفہ ہے جو اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کا ذمہ لئے ہوئے ہے۔ وہ اس بات سے آگاہ ہے کہ وہ اس دنیا میں مختصر عرصے کے لئے ٹھہرے گا۔ اس مختصر عرصے میں اسے جانچا جائے گا اور اس کی تربیت کی جائے گی۔ پھر وہ آخرت میں اپنے اصل گھر کے لئے تیار ہوگا۔ اس دنیا میں اس کی زندگی اللہ کے خلیفہ کے طور پر عزت وعظمت سے لبریز ہے۔ کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ وہ شاید اسے قتل کر دیں لیکن وہ اس کے لئے سب سے بڑا انعام ہوگا کیونکہ یہ کسی طرح بھی اس کے لئے خاتمہ نہیں۔ اللہ کے رستے میں قتل ہو جانا عظیم سرفرازی ہے۔

خود پرستی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ o وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o

" اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے (اعمال کا) کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے۔ اور (ہر وقت) اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تمھارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ (کے احکام) کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا' اور ایسے ہی لوگ نافرمان (فاسق) ہوتے ہیں۔" (الحشر 18-19)

قرآن مومنوں کو بیان کرتا ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں تفصیل سے بتایا گیا۔ مومنین جن سے اللہ خوش ہو گیا اور جن کو اللہ جنت میں داخل کرے گا وہ ہیں جیسا اوپر ذکر ہوا۔ لیکن ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا ہم نے کبھی اپنے آپ سے سوال کیا کہ ہم ان سے کتنا مشابہ ہیں؟

قرآن میں بیان کردہ مومن کا نمونہ ہمیں بتاتا ہے کہ یہ کہنا کہ الحمدللہ میں مسلمان ہوں اور عبادت کے کچھ مراسم ادا کر لینا شاید اللہ کی نظر میں کافی نہ ہو۔ ایک سچا مومن خالی زبانی دعوے نہیں کرتا بلکہ اللہ کے راستے میں جدوجہد کرتے ہوئے انتہائی کوشش کرتا ہے۔ قرآن ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی بندگی کنارے پر رہ کر کرتے ہیں یوں بیان کرتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۔

ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ○

" بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے پر (کھڑے) ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لیتے ہیں اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں، انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اُٹھایا ۔واقعی یہ کھلا نقصان ہے۔(الحج 11)

ایک اور آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ کے راستے کے شایانِ شان اعمال سے کیا مراد ہے۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ○

" ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی اور زکوۃ کی ادائیگی کرے۔ جب وعدہ کرے تب اسے پورا کرے، تنگدستی دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔" (البقرہ 177)

یقیناً یہ سوچ کر اپنے آپ کو دھوکہ دینا بے معنی ہوگا 'جیسے میرا دل پاک ہے، میری کوئی خراب عادات نہیں' اور 'میں کسی کے ساتھ کوئی برائی نہیں کرتا'، 'بے شک اللہ مجھ سے محبت کرتا ہے'۔ اللہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی بندگی کریں نہ کہ صرف پاک دل والا بن جائیں جو کسی کو نقصان نہیں دیتا چاہے کسی کا دل کتنا ہی پاک کیوں نہ

ہو، اگر وہ اللہ کے احکامات نہیں مانتا اور اپنے مذہبی فرائض ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کو خوش نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ سچے ایمان کے بغیر کسی کا دل پاک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صرف سچا ایمان ہی انسان کو حسد، دنیاوی محبت، خود غرضی، خود پسندی، دوسروں کے لئے ہمدردی کے جذبے کی کمی وغیرہ جیسی برائیوں سے بچا سکتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ خرابیاں ہماری روح سے دور نہیں ہو سکتیں جب تک ہم حقوق اللہ ادا کرنے میں سرگرم نہ ہوں۔

دنیادار شخص

ایک ایسے شخص کا نمونہ جو دین سے دُور معاشرے میں رہتا ہے۔

وَقَالُوْا مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝

" کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری زندگی تو صرف دُنیا کی زندگی ہی ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے۔ (دراصل) انہیں اس کا کچھ علم ہی نہیں یہ تو صرف (قیاس) اور اٹکل سے ہی کام لے رہے ہیں۔" (الجاثیہ 24)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝

" بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں۔" (الحج 8)

مومنوں کی ان تمام مثبت خوبیوں کے باوجود ایسے لوگ موجود ہوں گے جو مذہب سے عدم دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ سمجھنے کے لئے ہمیں ان کے تعصبات اور اسلام اور مسلمانوں کے اثرات کا جائزہ لینا ہوگا۔ یہاں ہمارا اشارہ ان لوگوں کی طرف نہیں جو دہریے ہیں بلکہ ان لوگوں کی طرف ہے جو دین کے تقاضے کے مطابق عمل کئے بغیر سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ یہاں جو مثال مقصود ہے وہ اس نام نہاد مسلمان کی ہے جو اپنی زندگی کچھ ایسے اصولوں کے مطابق گزارتے ہیں جو سچے دین کا حصہ نہیں۔ " غیر مذہبی " اصطلاح سے ہماری مراد ان معاشروں، لوگوں یا

اصولوں کی طرف ہے جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں جبکہ وہ درحقیقت مذہب کا انکار نہیں کرتے۔ غیر مذہبی معاشرے جو سچے دینی اقدار سے دور ہیں وہ یقیناً غیر مذہبی افراد ہی سے مل کر بنے ہیں۔ درحقیقت ہم ایسی مثالوں سے پوری طرح ناآشنا نہیں ہیں کیونکہ وہ اسی معاشرے کی پیداوار ہیں جس میں ہم رہتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا۔ ایسے شخص کی جو اس مثال پر پورا اترتا ہے، اہم خصوصیات میں سے ایک معاشرے کی شرائط و پابندیوں کے مطابق اس کا رویہ ہے۔ اس کے تمام آداب، اکثریت کا اتباع کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہی چیز اس کا دین کے بارے میں نقطۂ نظر ترتیب دے گی۔ اس کی تمام مذہبی فکر، ماحول سے ترکیب پاتی ہے۔ اس کی قرآن پر بہت کم رائے ہوتی ہے اور شاید اپنی زندگی میں اس نے ایک بار بھی اسے نہیں پڑھا۔ اس لئے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اس کی معلومات کا ذریعہ اس کے آباؤ اجداد کے طور طریقے اور اسلام کے بارے میں عادلانہ کہانیاں جو سُنی سنائی ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ اسلام کے نام پر کی جانے والی سرگرمیاں اصل اسلام کا حصہ ہیں۔

تعلیمی ادارے میں اگر اس کا حیاتیات کا اُستاد نظریہ ارتقاء کا حامی ہے یا فلسفے کا اُستاد دہریہ ہے تو وہ بلا مزاحمت ان کو سچ مان لیتا ہے۔ وہ سوچنے لگتا ہے کہ وہ بہت روشن خیال ہوگیا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس نے حق پالیا اور زندگی کے ادنیٰ معاملات سے آگے نکل گیا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، ذرائع ابلاغ کچھ گمراہ لوگوں کو سچے پرستار اور گمراہ کن خیالات کو اسلامی ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ مومنوں کو جارح، جنونی، قدیم اور سست لوگوں کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے اس دانستہ امتیازی پراپیگنڈے کے ذریعے وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اسلام کے بارے میں کافی علم حاصل کرلیا۔ وہ ایسا عالم ہے جو اپنے دوستوں کے سامنے بے تکے خیالات کا اظہار اور اسلام کے بارے میں اظہار رائے سے نہیں چوکتا۔ جب وہ

اپنے جیسے لوگوں سے ملتا ہے جو اس سے اتفاق رائے رکھتے ہیں تو وہ اپنے آپ اور اپنے خیالات کے بارے میں زیادہ مطمئن ہو جاتا ہے۔

غلط، مسخ شدہ اور غیر معقول مذہبی طور طریقے جو کسی طرح بھی اصل اسلام کی نمائندگی نہیں کرتے، اُسے سچائی کی تلاش پر آمادہ نہیں کرتے۔ اُسے یہ جاننے کی کوئی پرواہ نہیں کہ درحقیقت کوئی اصل دین بھی ہے اور آخر وہ ایسا کیوں کرے؟ اس کے لئے اس سے زیادہ اہم اور مصروفیات ہیں جیسے سکول، نوکری یا اپنے اہل وعیال کی دیکھ بھال۔ وہ حقیقت کو دریافت کرنے کی ذمہ داری قبول کرنا نہیں چاہتا۔ مادی ذرائع ابلاغ کی مدد سے وہ اللہ اور دین کے بارے میں اپنی روح کے تقاضوں کو دبا دیتا ہے۔ وہ اس مسئلے کی اور زیادہ چھان بین کیوں کرے۔ اگر اللہ سے متعلق کوئی نظام ہے جس پر لوگوں کو عمل کرنا واجب ہے تو وہ دنیاوی معاملات کے ساتھ کیا رویہ رکھے؟ وہ غلط سوچ رکھتا ہے کہ اسلام اس کے مسائل کو بڑھا دے گا۔ اس کا ذہن اتنا دھندلا ہے کہ حقیقت سے فرار اسے ذمے داریوں سے آزاد نہ کرے گا۔ ایسے لوگوں کی حالتِ زار جو اس نفسیاتی صورتِ حال میں ہیں، قرآنی آیت میں یوں بیان ہوئی ہے۔

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْئَوْنَ عَنْهُ وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ٥

"اور یہ لوگ اس سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دُور دُور رہتے ہیں اور یہ لوگ اپنے ہی کو تباہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔"

(الانعام 26)

اس معاشرے کا غیر مذہبی رویہ جس میں وہ رہتا ہے، اس کا سب سے بڑا سہارا ہے "اعلیٰ معاشرے" کے ارکان، سیاستدان، مصنفین اور دوسری مشہور شخصیات جو روشن خیال، ارباب عقل ودانش جانے جاتے ہیں کا غیر مذہبی طرز زندگی اس پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ آخر اس "اعلیٰ معاشرے" کو موزوں ترین طور طریقوں کے مطابق چلنا ہے اور اسے اپنے معاشرے کے موافق ہونا چاہئے۔

مذہب سے دور رہتے ہوئے وہ سمجھتا ہے کہ وہ جدت پسند اور ہم زماں انسان بن گیا ہے۔ ایک غیر مذہبی شخص ہونا اُسے شاید مجرمانہ احساس دلاتا ہو لیکن وہ سوچ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس قصور میں اس کے ساتھ بہت سے دوسرے لوگ شریک ہیں۔ جیسے یہ چیز اس کے مجرمانہ احساس کو کم کرنے والی ہو۔ وہ سمجھتا ہے کہ گروپ کی شکل میں کیا جانے والا جرم انفرادی ذمہ داری کو کم کر دیتا ہے لیکن جب وہ مرے گا تو وہ بالکل اکیلا ہو گا۔ جب اُسے اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا تو کوئی اس کے ساتھ نہ ہو گا۔ وہاں اُن مشہور و معروف روشن خیال لوگوں اور "اعلیٰ معاشرے" کے ارکان میں سے کوئی مددگار نہ ہو گا۔

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ○

"سب کے سب اللہ کے سامنے روبرو کھڑے ہوں گے۔ اس وقت کمزور لوگ بڑائی والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابعدار تھے، تو کیا تم اللہ کے عذابوں میں سے کچھ عذاب ہم سے دور کر سکنے والے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی ضرور تمہاری راہنمائی کرتے، اب تو ہم پر بے قراری کرنا اور صبر کرنا دونوں ہی برابر ہے ہمارے لیے کوئی چھٹکارہ نہیں۔" (ابراہیم 21)

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْـحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْـحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○

"اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا

اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملے میں شریک ہیں۔ واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا اور وہ تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گزرا ہوا۔" (الانعام 95)

چونکہ وہ منتخب ہونے کے تصور کا غلط منشا سمجھتا ہے اس لئے وہ اپنے لئے مثالی کردار کے طور پر غلط لوگوں کا انتخاب کرتا ہے۔ جاہلی معاشرے کے مطابق منتخب شخص بننے کے لئے کچھ خاص خصوصیات درکار ہیں جیسے دولت مند ہونا اور شہرت، لیکن یہ شہرت کے اسلامی معیار سے غیر متعلق ہیں۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ چنے ہوئے انسان کا مرتبہ صرف متقی مومن بننے سے حاصل ہو سکتا ہے جو اللہ کے قریب لایا گیا ہو۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ۝ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝

" ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کا بھی لوگوں سے ذکر کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے انہیں ایک خاص بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے۔" (ص 45 - 47)

معاشرہ اس سے ذاتی قابلیتوں اور قربانیوں جیسے بہت سے مطالبات کرتا ہے۔ سب سے پہلے اسے اس غیر مذہبی معیار کے مطابق معاشرے میں رتبہ اور عزت حاصل کرنے کی ضرورت ہے، ورنہ لوگ اس کے بارے میں کیا سوچیں گے؟ وقت کے ساتھ وہ دکھاوے کے دوسرے مؤثر طریقے سیکھ لیتا ہے تاکہ لوگوں پر اچھا تاثر ڈالے۔ اسے جس چیز کی سب سے زیادہ فکر ہے وہ " دوسروں کا اس کے بارے میں تاثر " ہے۔ وہ اس میں اتنا مگن ہے کہ دوسرے اس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں اور

اسے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوئی پرواہ نہیں۔ وہ اللہ کی رضا تلاش کرنے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن جب اس کے اعمال پر نظر دوڑائیں تو آپ دیکھیں گے کہ ایک چیز جس کی اُسے پرواہ ہے وہ خوشامد کرنا ہے۔

معاشرہ لوگوں کو مخالف جنس کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوع کے بارے میں بھی تعلیم دیتا ہے۔ پسندیدہ ترین نعروں میں سے ایک یہ ہے کہ "عورتوں کے حقوق کا دفاع کرو اور عورتوں کو عزت دو" لیکن درحقیقت عورتیں استحصالی آلے کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں جنس مخالف سے باہم میل ملاقات کی منطق کو نوجوان لوگوں کو لاحق کچھ معاشرتی مسائل کے واحد حل کے طور پر تھوپ دیا گیا ہے۔ اس معمول کی بغیر سوچے سمجھے کہ مذہبی حدود کے لحاظ سے مناسب ہے یا نہیں، حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ فلرٹ، بوائے فرینڈ، گرل فرینڈ اور اسی طرح کی دوسری اصطلاحات جدید لغت میں معیار بن گئی ہیں۔ نوجوان لڑکیوں کو مردوں کی تسکین کا مقدس مشن دیا جاتا ہے۔ میڈیا کے کھلے اور چھپے دانستہ پراپیگنڈے کے ذریعے عزت اور پاکدامنی جیسے تصورات کو تار تار کرنے کی کوشش کی جاتی ہیں جس کے نتیجے میں یہ خیالات لاشعور میں جڑ پکڑ لیتے ہیں۔

تیرہ چودہ سال کی لڑکیاں اگر لڑکوں سے آزادانہ میل ملاپ نہیں رکھتیں تو ان پر ہم جنسی کا لیبل لگا دیا جاتا ہے۔ ایک نوجوان اگر قحبہ خانے جانے پر مزاحمت کرتا ہے تو اس پر بھی نامرد یا ہم جنس ہونے کا لیبل لگ سکتا ہے۔ وہ جو اپنی عفت قائم رکھنا چاہتے ہیں وہ اپنے آپ کو معاشرے سے کٹا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح معاشرتی دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ اگر وہ بے دین معاشرتی اصولوں کے مطابق عمل نہیں کرتا تو عوامی رائے اُس کو اپنے طور طریقے بدلنے پر مجبور کر دے گی اور اس دباؤ کے پیش نظر اس کا ضبطِ نفس ٹوٹ جائے گا۔

اس طرح مقید نوجوان، نکاح سے باہر جنسی تعلقات کو جائز سمجھنے لگتا ہے۔
اب ہم جنس پرستی کے بارے میں ہمارے نظریات کی تشکیل کی باری آتی ہے۔ دانستہ

طور پر کئے گئے پراپیگنڈے کی وجہ سے ایک عام آدمی کو ہم جنس کے نارمل ہونے میں یقین کرنے پر مائل کر دیا گیا ہے " ہم جنس ہونا شخصی اختیار ہے جسے بالکل معمول تصور کیا جانا چاہئے " جب آپ اسے نارمل سمجھنے لگتے ہیں تو آپ کو کھلے ذہن والا جدید اور ممتاز انسان تصور کیا جاتا ہے۔ ایسا انسان بننے کے لئے آپ کو اپنے قدیم طرز فکر پر قابو پا کر اپنے آپ کو بہتر بنانا ہوگا۔ جتنا زیادہ آپ بدکرداری کو جائز تسلیم کریں گے اتنا ہی آپ ماڈرن، ممتاز انسان بن جائیں گے۔ کون ایسا انسان بننے پر معترض ہو سکتا ہے۔ درحقیقت ایک سچا مومن ہی ہو سکتا ہے۔

آیئے اس نظام کی کچھ دوسری خصوصیات پر مزید نظر ڈالتے ہیں۔ یہ نظام شادی کو، جو بنیادی طور پر بغیر نفع کی توقع کے ایک باہم عزت اور محبت کا ادارہ ہے، باہم استحصال کے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اس نظام میں بیوی کا کردار بچوں کی پرورش، کپڑے اور برتن دھونا، کھانا پکانا اور اپنے شوہر کے لئے جنسی تسکین مہیا کرنا ہے۔ شوہر پا لینے کے بعد نوجوان لڑکی کے اہم مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جس قدر جلد ہو سکے بچے پیدا کر کے اپنے شوہر کو "باندھ" لے تاکہ یہ اس کے مستقبل کا ضامن ہو سکے۔ دوسری طرف شوہر کا کردار اپنی محبوب بیوی کی " خدمات " کے صلے میں اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کمائی کرنا ہے۔ یہ باہم زندگی کے معاہدے کے سوا کچھ نہیں جو کہ ذاتی اغراض اور معاشرتی اصولوں پر مبنی ہے۔ اس قسم کی شادی دراصل کسی بھی عارضی خدمت کے لئے کئے گئے معاہدے سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ صرف ایک فرق معاہدے کی صحت کا دورانیہ ہے۔ اس شادی کے لمبا عرصہ چلنے، شاید زندگی بھر کے لئے، کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی یہ حقیقت تسلیم کرنے کو تیار نہیں لیکن جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے باہم تعلقات میں کوئی محبت اور عزت باقی نہیں بلکہ صرف کردار ادا کرنا ہے تو وہ اپنی شادی کی اصلیت کو "زندگی کی حقیقت" تسلیم کر لیتے ہیں جب میاں بیوی میں سے کوئی معاہدے کے مطابق اپنے فرائض سے انحراف کرتا ہے تو

ان کی شادی ٹوٹ جاتی ہے۔

ایک تصوّر "منطق" کے ذریعے شادی ہے۔اس کا مطلب ہے کہ جوڑے رشتۂ ازدواج میں منسلک تب ہوں جب دونوں فریق کچھ معیار پر پورا اتریں، اگرچہ محبت اور مخلصانہ قربت اس میں شامل نہ ہو۔محبت تو ویسے بھی ایک عارضی چیز ہے جسے جلد یا بدیر ختم ہو جانا ہے۔اس لئے جس سے آپ شادی کرنے جا رہے ہیں اس سے محبت کی کوئی ضرورت نہیں۔یہاں یہ بات آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ اس طرح کی شادیوں میں مشترک نقطہ محبت نہیں بلکہ دولت اور باہمی فوائد ہیں حتیٰ کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جنسی تعلقات ایک اُکتاہٹ والا عمل سمجھا جاتا ہے کیونکہ ازواج ایک دوسرے کے عادی ہو جاتے ہیں اور یہاں تک کہ محبت کا مطلب بھی اس رشتے میں بگاڑ دیا گیا ہے۔یہ کچھ مادی معیار پر مبنی ہے۔نوجوان لڑکیاں باآسانی لال سپورٹس کار والے "کول" لڑکوں کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔ان کے بے دین ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔چونکہ سچے دین میں بیان شدہ کوئی اخلاقیات اس میں شامل نہیں جس کا ردِّ عمل بداعمالی کی صورت میں نکلتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان شادیوں میں وفاداری اور دیانتداری جیسے تصوّرات کی کوئی اہمیت نہیں، دھوکے باز جوڑوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اس نظام کا فطری نتیجہ ہے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ ایک دوسرے کو دھوکہ دینا شروع کر دیتے ہیں اور ان میں بہت اپنے ممنوع تعلقات کو صیغۂ راز میں رکھتے ہیں۔دوسری طرف کچھ ماڈرن لوگ یہ سب اپنے ساتھی کے دائرہ علم میں ہوتے ہوئے کرتے ہیں اور اپنی اس دیانتداری پر فخر کرتے ہیں۔ماڈرن نظام نکاح کو جو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے سے بالکل مختلف ہے، آئیڈیل پیش کر کے اس کی ترغیب دی جاتی ہے۔اس نظام کو جنسیت کی طرف راستے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جس پر معاشرے کے کچھ ماڈرن گروپ جو اسے مستقل تصور بنانے کی سرتوڑ کوشش میں مصروف ہیں، عمل پیرا ہیں۔

درحقیقت بے دین طریقۂ زندگی جو ماڈرزم کے طور پر متعارف ہے، ایک آزاد

فلسفہ بالکل نہیں ہے۔ یہ ایک فکری نظام ہے جو مذہبی اقدار کو تباہ کرنے اور ان کے برعکس معاشرتی نظام قائم کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ یہ لوگوں کو مذہبی فرائض انجام دینے سے روکنے میں موثر ہے۔ اس فکری نظام کے اصول صرف شادی پر ہی لاگو نہیں ہوتے بلکہ زندگی کے بہت سے دوسرے پہلوؤں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔

یہ نظام یا تو پاکدامنی اور وفاداری جیسے تصورات کو تباہ کرنے یا کچھ دوسرے تصورات کو مسخ کر کے اپنے اندر شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ لوگوں کو گمراہ کیا جاسکے۔

دیانتداری، ہمت اور اللہ کے رستے میں بہادری جیسی خصوصیات وہ ہیں جن کی قرآن میں بہت تعریف کی گئی ہے۔ بے انصافی کے خلاف جہاد، عزم کی پختگی اس حد تک کہ اللہ کے راستے میں اپنی جان قربان کر دینا، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا بھی مومن کی اہم صفات میں سے ہیں لیکن اس نظام نے ہمت کو شدید بگاڑ کو اختیار کرنے کا، ایمان داری کو غیر اخلاقی سرگرمیوں میں کھلم کھلا شرکت کا اور عزم کی پختگی کو اپنی بے دین اقدار کو قائم رکھنے اور ترغیب دینے میں ثابت قدمی کا نام دے دیا ہے۔

جب ہم نوجوانوں کی حالت پر غور کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جرأت اور ارادے کی پختگی جیسے تصورات کو کچھ شخصی خرابیوں کے ساتھ مربوط کیا جاتا ہے جیسے گستاخانہ پن، بے ادبی، دھمکانہ، انسانی حقوق کی پامالی، مصلحت پرستی، لوگوں سے برا برتاؤ، جارحیت، تکبر، اپنے آپ کا زیادہ تخمینہ لگانا وغیرہ۔ باغی شخص Macho guy,Tough guy کو نوجوانوں کے لئے مثالی شخصیات کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ غیر محتاط ہونا اور باتونی پن کو ایک کھرے اور بے لاگ انسان کی علامات کے طور پر سراہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں لوگوں کی اوپر بیان شدہ خصوصیات رکھنے والے لوگوں کی بے اعتباری کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَن كَانَ ذَا مَالٍ

وَّبَنِيْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

" اور تُو کسی ایسے شخص کا بھی کہا نہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا، بے وقار، کمینہ، عیب گو، چغل خور، بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھ جانے والا گناہ گار، گردن کش پھر ساتھ ہی بے نسب ہو۔ اس کی سرکشی صرف اس لئے ہے کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے قصے ہیں۔" (القلم 10-15)

ایک نوجوان لڑکی کے لئے آزادانہ جنسی تعلقات اور ہم جنس پرستی کے دفاع کو جرأت کے مظاہرے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور اپنے خاوند کے ساتھ اس کی غیر وفاداری کو دیانتداری گردانا جاتا ہے۔ "عزت و احترام" ایک قدر شناسی کا جذبہ ہے جو کہ ہر طرح کے بگاڑ کے لئے دکھانا پڑتا ہے۔

اس سارے مسخ شدہ منطق کے انجام کے طور پر، کسی سے محبت کرنے کے تصور نے ایک مختلف روپ دھار لیا ہے۔ محبت کے درجے کا بلاواسطہ تناسب اس چیز سے ہے کہ کسی تعلق میں انسان کتنا دکھاوا کر سکتا ہے اور اس سے کتنا مادی فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

محبت کچھ دانستہ طور پر پیدا کردہ خیالی تصاویر پر مبنی ہے۔ بہت سی جوان لڑکیاں ایک رومانوی باغی کی محبت میں صرف اس کی صورت کی وجہ سے گرفتار ہو جاتی ہیں۔ اس خیالی تصویر کے عنصر کے زیر اثر وہ ان لوگوں کو ہمدردی کی نظر سے دیکھتی ہیں جو واقعی معمولی اور بہت کم صفات کے حامل ہیں۔ دوسری طرف وہ ان زاہد و عابد بااخلاق مومنوں کو جو بہت ہی قابل تعریف خوبیوں کے مالک ہیں فوراً تنقید کا نشانہ بنانے کو تیار رہتے ہیں، اگر ان سے نادانستہ معمولی سی غلطی کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ ایک مومن ہونے کا تصور کوئی خاص وقعت نہیں رکھتا جبکہ فضول باغی کردار جو مثبت خوبیوں سے نابلد ہے، زیادہ توجہ اور کشش رکھتا ہے۔

جس معاشرے میں ایک شخص رہتا ہے وہ اس کی عقلی اقدار بناتا ہے اور اس کی فکر اور احساسات کو اس حد تک تشکیل کرتا ہے کہ وہ آخرکار مقصد زندگی، اپنے وجود، دین

اور اللہ کے بارے میں کچھ نہیں سوچتا۔ پہلے اسے ایسے کپتان کا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے جو اپنا جہاز بچاتا ہے اور یوں معاشرے میں مقام بناتا ہے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے اسے لوگوں سے جوڑ توڑ اور ان کا غلط استعمال کرنا پڑے گا۔

زندگی ایک جدوجہد ہے۔ بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو نگل لیتی ہیں۔ کمزور سے نجات پا لینا فطرت کا قانون ہے۔ اس لئے اُسے اپنے اصولوں کے مطابق کھیل کھیلنا ہے۔ وہ دوسروں کی ایسی ہی ذہنیت ہونے کی پرواہ نہیں کرتا جب تک وہ اسے اس کے خلاف استعمال نہ کریں۔ لیکن جب اس کے منصوبوں کے مطابق کام نہیں بنتا اور وہ معاشرے میں کوئی 'مقام' حاصل کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ ذہنیت جس کی وہ اب تک طرف داری کرتا رہا، اس کے وجود کے لئے خطرے کی گھنٹی بن جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ان لوگوں کے درجے پر پاتا ہے جن کو وہ حقارت سے دیکھا کرتا تھا۔ اس کے نام نہاد دوست جو درحقیقت اس کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے بلکہ اب تک وہ جو نظر آتا تھا صرف اس سے غرض تھی، اب ایک ایک کر کے اُسے چھوڑنا شروع کر دیتے ہیں اور اُسے اکیلا چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک بار جب وہ اپنی تجارت، دولت، مرتبہ یا ہر وہ چیز جو کسی کو محبت دینے کے لئے یا اسے کوئی اہمیت دینے میں اہم معیار سمجھی جاتی تھی سب کھو دیتا ہے تو اس کے تمام دوست اس سے مُنہ موڑ لیتے ہیں۔

اب وہ دیکھتا ہے کہ صرف اللہ ہی ہے جس پر وہ بھروسہ کر سکتا ہے اور مدد مانگ سکتا ہے۔ صرف اللہ ہی ہے جس کی پناہ وہ مانگ سکتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ٥ ج لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ٥

"وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم

کشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعے سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا سخت ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آگھرے۔ (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس سے بچا لے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔" (یونس 22)

لیکن جونہی اللہ اس کی دعائیں سن لیتا ہے اور اس کے کام درست ہونے لگتے ہیں جیسے اللہ تباہی کے کنارے سے کسی کو بچالے، تو وہ پھر اللہ سے منہ پھیر لیتا ہے جیسے کبھی وہ ایسا نہ تھا کہ جس نے بیچارگی سے اللہ سے مدد مانگی ہو اور دعائیں قبول ہونے پر بچا بندہ بننے کا وعدہ کیا ہو۔

فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ، يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○

" پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال ہونے والی ہے۔ دنیاوی زندگی کے (چند) فائدے ہیں، پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو بتلا دیں گے۔" (یونس 23)

وہ پھر دوبارہ اپنی مسخ شدہ مادی ذہنیت سے چیزوں کو پرکھنے لگتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جس حالت سے وہ گزرا وہ محض زندگی کا تجربہ تھا اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ناموافق حالت سے اپنی کوششوں کے باعث بچ گیا۔ چیزوں کو حقیقت پسندانہ خیال کرنا چاہئے نہ کہ مذہب یا مابعد الطبیعات کے حوالے سے۔ بہر حال سب کچھ اب ختم ہوا۔ اب پھر کھیل کی طرف لوٹنے کا وقت ہے۔ اس مرتبہ وہ اسے اپنے اصولوں کے مطابق کھیلنے میں زیادہ محتاط ہوگا آخر کار وہ اب زیادہ تجربہ کار ہے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ، اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ

○ وَلَئِنْ اَذَقْنٰہُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْہُ لَیَقُوْلَنَّ ذَھَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ ؕ اِنَّہٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ○

"اگر ہم انسان کو اپنی کسی نعمت کا ذائقہ چکھا کر پھر اس سے لے لیں تو وہ بہت ہی نا امید اور بڑا ہی ناشکرا بن جاتا ہے۔ اور اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں اس سختی کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی تو وہ کہنے لگتا ہے کہ بس برائیاں مجھ سے جاتی رہیں، یقیناً وہ بڑا ہی اترانے والا شیخی خورہے"۔ (ھود 9-10)

اس کی رُوگردانی اب زیادہ مضبوطی سے قائم ہو گئی۔ اپنی بقیہ زندگی میں اُسے پھر آزمایا جائے گا اور وہ پھر ایسی ہی مشکلات کا سامنا کرے گا۔ یہ سب اسے اللہ کی طرف رجوع کرنے کے نئے مواقع فراہم کریں گے اور اسی کے لئے اچھا ہو گا اگر وہ اپنا سبق سیکھ لے اور اللہ کی مدد سے سیدھا راستہ پالے لیکن اگر وہ مزاحمت کرتا ہے اور منہ پھیر لیتا ہے تو یہ مواقع اس کی گمراہی کو اور زیادہ مضبوط کرنے کا موجب ہوں گے۔

سب سے بدترین یہ ہے کہ اگر ان امتحانات میں تنبیہات کو دیکھنے اور اللہ کے فرائض کو نبھانے سے پہلے اس کی زندگی ختم ہو جائے۔ پھر بہت دیر ہو جائے گی کیونکہ اسے بہت سے مواقع دیئے گئے اور اس نے ثابت کر دیا کہ وہ اپنی زندگی میں کس قسم کا شخص رہا۔ اس نے اپنے تمام مواقع استعمال کر لئے۔ ایسے لوگوں کی حالت قرآن میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ بَلْ بَدَا لَھُمْ مَّا کَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُھُوْا عَنْہُ وَاِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ ○

"اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کیے جائیں تو کہیں کہ ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ جس چیز کو اس سے قبل چھپایا کرتے تھے وہ ان کے سامنے آ گئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھیج دیے جائیں تب بھی

یہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔" (الانعام 27-28)

قرآن کی دوسری آیات میں کافروں کی ایسی ہی صورت حال پر زور دیا گیا ہے۔ اور انہیں نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اس دُنیا میں اپنی زندگی میں ہی اللہ کی طرف رجوع کریں۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ط وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ○ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ اسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ○

" اور جسے اللہ بہکا دے اس کا اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں، اور تو دیکھے گا کہ ظالم لوگ عذاب کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے کہ کیا واپس جانے کی کوئی راہ ہے۔ اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ (جہنم کے) سامنے لا کھڑے کیے جائیں گے مارے ذلت کے جھکے جا رہے ہوں گے اور کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے، ایمان دار صاف کہیں گے کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں جنہوں نے آج قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈال دیا۔ یاد رکھو کہ یقیناً ظالم لوگ دائمی عذاب میں ہیں۔ ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ سے الگ ان کی امداد کر سکیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔ اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ اللہ کی جانب سے وہ دن آ جائے جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے، تمہیں اس روز تو کوئی پناہ کی جگہ ملے گی نہ چھپ کر انجان بن جانے کی۔" (الشوریٰ 44-47)

بدکے ہوئے گدھے

بے دین معاشرے کی اقدار سے قرآنی اخلاقیات کی طرف عبور

إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْءٍ فَإِنِّي غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

"لیکن جو لوگ ظلم کریں پھر اس کے عوض نیکی کریں اس بُرائی کے پیچھے تو میں بخشنے والا مہربان ہوں۔" (النمل 11)

وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ○

"اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے، آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نُور بنایا، اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں، بے شک آپ راہِ راست کی راہنمائی کر رہے ہیں" (الشوریٰ 52)

وَهُدُوْٓا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا إِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ○

"ان کو پاکیزہ بات کی رہنمائی کر دی گئی اور قابل صد تعریف راہ کی ہدایت کر دی گئی۔" (الحج 24)

ہر شخص کے لیے پوری زندگی میں موقع ہوتا ہے تاکہ وہ اس چیز سے نجات حاصل کر لے جو معاشرے نے اس کے اندر ذہن نشین کرایا اور اللہ کی طرف رجوع کرے۔ اللہ کے طریقے کے مطابق، کوئی بھی ایک خبردار کرنے والے کی طرف سے اللہ کے دین کی

طرف دعوت دیئے جانے سے پہلے کوچ نہیں کرے گا، ہر شخص جو اپنے اعمال کا ذمے دار ہے اُسے اسلام کی طرف دعوت دی جائے گی اور اُسے اپنی آزادی رائے سے منتخب کرنے کو کہا جائے گا۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

"جو راہ راست حاصل کرے وہ خود اپنے ہی بھلے کے لئے راہ یافتہ ہوتا ہے اور جو بھٹک جائے اس کا بوجھ اسی کے اوپر ہے، کوئی بوجھ والا کسی اور کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں (بنی اسرائیل 15)

وہ لوگ جو اس دعوت کو پاتے ہیں مختلف ردِّعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ قرآن ان کا ردِّ عمل وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ سب سے بہترین ردِّعمل حقیقی مومنوں کا ہوتا ہے۔ جب وہ اپنی قبولیت کا اظہار یہ کہتے ہوئے کرتے ہیں، ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

"ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔" (النور 51)

اس پر بھی ہر ایک کا ردِّعمل اتنا مثالی نہیں ہوتا۔ قرآن ان لوگوں کا بھی ذکر کرتا ہے جو اپنے دین کا فخر سے انکار کرتے ہیں، حتیٰ کہ مسلمانوں کو دشمن سمجھتے ہیں جب وہ ان کو وہ قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں جو اللہ نے نازل کیا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَـيْـــَٔـا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

"ویل" اور افسوس ہے ہر ایک جھوٹے گنہگار پر۔ جو آیتیں اللہ کی اپنے سامنے پڑھی جاتی ہوئی سنے پھر بھی غرور کرتا ہوا اس طرح اڑا رہے کہ گویا سنی ہی نہیں۔ تو ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خبر (پہنچا) دیجئے۔ وہ جب ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پا لیتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے رسوائی کی مار ہے۔" (الجاثیہ 7 - 9)

دوسری طرف کچھ اور لوگ اپنے ردِ عمل میں مبہم ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کا نفس انہیں بتاتا ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط لیکن اندر سے ایک آواز مسلسل بے دین معاشرے سے منہ نہ موڑنے پر ثابت قدمی ذہن نشین کراتی رہتی ہے۔ وہ مختلف دفاعی حربوں سے اسے جائز بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ بے شمار طریقوں سے حقیقت سے فرار کی کوشش کرتا ہے۔ چونکہ وہ یہ نہیں کہہ سکتا "مومن تو مجھے سچ بتا رہے ہیں لیکن میں جو کچھ وہ بتاتے ہیں، اپنی کمزوری اور غرور کی وجہ سے اسے قبول نہیں کرتا اور نہ اس پر عمل کرتا ہوں۔ وہ دین کے اندر بذاتِ خود اور مومنوں میں خرابیاں تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اپنے آپ کو تسکین دینے کے لئے یقین دہانی کرائے۔

جب ایسا شخص سچے مومن سے ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف مخلص ہے وہ اس سے شک اور تعصب کے ساتھ گفت و شنید کرتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ مومن روایتی روپ نہیں ہے، وہ ایسا شخص ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جو دین کی اپنی خواہشات کے مطابق تشریح کرنے والا اور اپنے فائدے کے لئے دین کو استعمال کرنے والا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ الزام رسولوں کے خلاف بھی لگایا گیا ہے۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝

"اس کی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے، یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ ہی کو منظور ہوتا

تو کسی فرشتے کو اتارتا، ہم نے تو اسے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانے میں سنا ہی نہیں۔" (المومنون 24)

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝

"کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ، ہمیں تو اس دین میں حیران کن شک ہے، جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے۔" (ھود 62)

دفعتاً وہ جہالت کے دین کی مسخ شدہ سمجھ کا اختیاری طور پر طرف دار بننے کا فیصلہ کرتا ہے۔ وہ مومنوں کے طریقہ زندگی پر اعتراض کرتا ہے کیونکہ انہوں نے دین کا وہ بگاڑ چھوڑ دیا ہے جو ان کے آباؤ اجداد کے غلط طور طریقوں سے وجود میں آیا ہے اور وہ قرآن میں بیان شدہ دین پر عمل پیرا ہیں۔ وہ سچے مسلمان سے پوچھتا ہے۔ "وہ کیا ہے جس کا تم دعویٰ کرتے ہو؟ کیا یہ کہ سب غلط کر رہے ہیں اور صرف تم صحیح ہو؟" "کیا صرف تم ہو جسے دین کے صحیح معنوں کا علم ہے؟" "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم زمین پر دوسرے مومنوں سے بڑھ کر عقلمند ہو جس نے سچا راستہ پا لیا ہے؟"

حالانکہ قرآن کے مطابق سچائی کے معیار کا اندازہ ایمان رکھنے والوں کی تعداد سے نہیں لگایا جاتا۔ اس کے برعکس قرآن ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت سیدھے راستے پر نہیں ہوگی۔

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

"........ یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں، اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ عین حق ہے مگر (تمہاری قوم کے) اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔" (الرّعد 1)

جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ کچھ رسولوں کا بہت سے لوگوں نے اتباع کیا

مثلاً حضرت موسیٰؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت محمد ﷺ، جبکہ دوسرے رسولوں کی بہت کم لوگوں نے پیروی کی یہاں تک کہ کسی کے پیچھے ایک شخص بھی نہ تھا۔ تاہم ایمان والوں کی تعداد سے حقیقت نہیں بدلی اور سب رسولوں نے اللہ کا پیغام اپنے لوگوں تک پہنچایا۔ انہوں نے اپنا فرض ادا کیا اور آخرت میں بلند باغات سے نوازے گئے، قطع نظر اس سے کہ کتنے ایمان والوں نے ان کا اتباع کیا۔

قرآن ان لوگوں کے نقطۂ نظر کو واضح کرتا ہے جو مومنوں سے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے استدلال کے ساتھ استفسار کرتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

"کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہوں نے اس قوم سے دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے، نہ یہ (منافق) تمہارے ہیں نہ ان کے ہیں باوجود علم کے پھر بھی جھوٹ پر قسمیں کھا رہے ہیں۔" (المجادلۃ 14)

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝

"وہ درمیان میں ہی معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔" (النسآء 143)

اس قسم کا شخص قرآن پر مبنی سچے دین کی توضیح میں نقص تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ وہ قرآن کے بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا، وہ ان بحثوں میں حصہ لیتا ہے اور اپنے مسخ شدہ منطق کا دفاع مثالوں سے کرتا ہے (یہ مثالیں قرآن کے مطابق تماثیل کہلاتی ہیں)

درحقیقت اس کے دعوے بے بنیاد اور غیر مستحکم ہوتے ہیں اور راہِ فرار اختیار کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۝

"خیال تو کیجئے! کہ یہ لوگ آپ کی نسبت کیسی کیسی باتیں بناتے ہیں۔ پس جس سے خود ہی بھٹک رہے ہیں اور کسی طرح راہ پر نہیں آ سکتے۔"

(الفرقان 9)

معروف مثالیں پانچ یا چھ سے زیادہ نہیں۔

مثال کے طور پر سُور کا گوشت دین میں کیوں حرام ہے؟ یہ کثرت سے پوچھے جانے والے سوالوں میں سے ایک ہے۔ سوال کرنے والا خوب جانتا ہے کہ سُور اپنی ہی خارج شدہ غلاظت کھاتا ہے، جراثیمی بیماریوں کا باعث ہے اور یوں انسانی صحت کے لئے مضر ہے۔ اس پر بھی جب اسے حقیقت حال بتائی جاتی ہے، وہ ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔ تاہم اس کا اصل مقصد مناسب جواب کا حصول نہیں ہوتا بلکہ دین کو اُلجھانا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کا انجام قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

"اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو پست کرنے کے در پے رہتے ہیں وہی دوزخی ہیں۔" (الحج 51)

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝

"جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کر لیتے ہیں۔ یہی آخرت کے منکر ہیں۔" (ہود 19)

اگرچہ ایسے امثال فضول ثابت ہو جائیں، فوراً دوسرے امثال بنا لیے جاتے ہیں۔ چونکہ اصل مقصد ہدایت یافتہ ہونا یا شک وشبہات میں کمی کرنا نہیں بلکہ نقص کی تلاش ہوتا ہے۔ اگر وہ دیے گئے جوابات پر مخلص دل سے غور کرے تو وہ قائل ہو جائے اور اسے ماننا پڑے کہ یہ کتنے معقول ہیں۔ تاہم وہ اس سے اجتناب کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے منصوبوں اور طرز زندگی کو کسی نئے معیار کے موافق بنا کر ان میں کوئی

تبدیلی کرنا نہیں چاہتا، انجام کار وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتا ہے تاکہ حقیقت نہ سن سکے جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

وانی کلما دعوتھم لتغفر لھم جعلوآ اصابعھم فی اذانھم واستغشوا ثیابھم و اصروا واستکبروا استکبارا ۝

"میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لئے بلایا، انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔" (نوح 7)

وہ لوگ جو نصیحت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں انہیں گدھوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

فما لھم عن التذکرۃ معرضین ۝ کانھم حمر مستنفرۃ ۝ فرت من قسورۃ ۝

"انہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں۔ گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے ہوں۔" (المدثر 49 - 51)

ہمیں پھر قرآن میں خبر دی گئی ہے کہ جو لوگ اسلام سے، قدیم ردعمل یا بہانے اور تحریفات کی آڑ میں دور بھاگتے ہیں وہ غلط کار اور ظالم ہیں۔

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب وھو یدعی الی الاسلام ، واللہ لا یھدی القوم الظلمین ۝

"اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔" (الصف 7)

اگر وہ ہوشیار ہے تو وہ اس دعوت کو ایک چیلنج کے طور پر لیتا ہے اور اپنی بیدار مغزی اور چالاکی کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آخر کار کوئی اسے الو نہیں بنا سکتا۔ وہ مسلمانوں کو اپنی بڑائی کے جنون اور معاندانہ انداز میں ملتا ہے۔ چونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی طرح صرف اپنی مرضی کی بات کی طرف راغب ہوتے ہیں، اسے اللہ

کی خاطر مسلمانوں کی مخلصانہ خود ایثاری کی کوششیں سمجھ ہی نہیں آتیں۔ وہ مومنوں کے اتحاد اور استحکام کو اپنے جاہلانہ نقطۂ نظر پیش کر کے واضح کرتا ہے۔ "اس سب کے پیچھے کچھ ضرور ہے" وہ یہ کہتا ہے کہ شکی مزاج ہونا اس کی عقلمندی کی دلیل ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

"اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو اُن سے صرف مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور انہیں ان کی سرکشی اور بہکاوے میں اور بڑھا دیتا ہے۔"
(البقرہ 14 - 15)

درحقیقت مسلمانوں کے ساتھ اس کے غیر مخلصانہ، تعصبانہ، معاندانہ رویے کا خصوصاً اس سے تعلق نہیں ہے۔ از روئے تاریخ تمام جاہل لوگوں نے بالکل یہی حربے استعمال کیے اور اسی طرز عمل کا اظہار کیا۔ تمام زمانوں میں ذہنیت، طریقۂ کار اور مثالیں گھڑنے میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝

"بلکہ ان لوگوں نے بھی ویسی ہی بات کہی جو اگلے کہتے چلے آئے۔"
(المومنون 81)

وہ یا تو وحی کو رد کر دیتے ہیں یا ان کا مفہوم بگاڑ دیتے ہیں تاکہ ان کو اپنی اغراض کے مطابق بنالیں۔ وہ قرآن کے علاوہ دوسرے معیار تجویز کرتے ہیں۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝

"تمہیں کیا ہو گیا، کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟ کہ اس میں تمہاری من مانی باتیں ہوں؟ یا تم نے ہم سے کچھ قسمیں لی ہیں؟ جو قیامت تک باقی رہیں کہ تمہارے لئے وہ سب ہے جو تم اپنی طرف سے مقرر کرلو۔" (القلم 36-39)

جب وہ جاہلوں میں شامل ہوتا ہے، اسے اپنے مسلمان ہونے کا مشکل سے احساس ہوتا ہے۔ وہ اس بات پر بالکل غور نہیں کرتا کہ اس کے اعمال، رویے، دوسروں سے تعلقات یا اس کا طرز زندگی قرآنی معیار کے مطابق ہے یا نہیں۔ تاہم جب وہ سچے مسلمان سے ملتا ہے تو اسے اچانک اپنے مسلمان ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ وہ بہت مذہبی ہے۔ وہ اپنے آپ کو مذہبی ثابت کرنے کے لئے ایسے فقرے کہتا ہے "الحمد للہ میں مسلمان ہوں، میں کبھی عید کی نماز نہیں چھوڑتا، میں رمضان میں روزے کے دوران شراب نہیں پیتا۔" اس قسم کے بیانات اس کی نفسیاتی حالت کے عکاس ہیں جب کہ وہ اپنی اصل شخصیت کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔

کچھ مکار لوگ ایک قدم آگے بڑھ کر ایسا کردار ادا کرتے ہیں جیسے وہ سب سے زیادہ مذہبی ہوں وہ اپنے آپ کا ان لوگوں سے موازنہ کرتے ہیں جو دین کی بگڑی ہوئی شکل پر عمل پیرا ہیں اور اعلان کرتے ہیں میرا دل پاک ہے، میں ان سب مذہبی نظر آنے والے لوگوں سے زیادہ مذہبی ہوں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ جانتا ہے کہ کون سیدھے رستے پر ہے اور وہ دوسرے لوگوں کے ان غیر مذہبی طرز زندگی پر نقطہ چینی کرنے پر اعتراض کرتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ کھلے عام سود اور زنا کاری جیسی ناجائز سرگرمیوں میں مبتلا ہوں۔

یقیناً اللہ جانتا ہے کون سیدھے راستے پر ہے اور کون نہیں لیکن وہ ہمیں ہدایت دیتا ہے۔ یہ بتاتے ہوئے کہ سچا مومن بننا صرف قرآن میں بیان کردہ مومنانہ صفات رکھنے سے ممکن ہے جیسا کہ قرآن کے معیارات بہت واضح ہیں۔ وہ شخص

جو اپنے آپ کو برتر ہونے کا دعویٰ قرآن کے علم کے بغیر کرتا ہے وہ اپنے آپ کو بے عزت کرتا ہے۔

ایسے لوگوں کی سب سے بڑی غلطی ان کا یہ سمجھنا ہے کہ وہ دوسروں کو دھوکہ دے سکتے ہیں تاہم سچے مومن ایسے لوگوں کو، اپنی سمجھ بوجھ اور اللہ کی طرف سے دی گئی قابلیت اس کے ساتھ ساتھ قرآن کے دیے ہوئے علم کی بدولت باآسانی پہچان لیتے ہیں۔

علاوہ ازیں اللہ جو دلوں کے راز تک جانتا ہے (آل عمران 119) ان کو دیکھتا اور ان سے بہتر جانتا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ کو دھوکہ دے سکتے ہیں جیسے وہ دوسرے لوگوں کو دیتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کے سامنے ان کا کوئی عذر قبول نہ کیا جائے گا۔

دُنیا اور آخرت

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ○

"مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کر دی گئی ہے، جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور شاندار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی، یہ دُنیا کی زندگی کا سامان ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ آپ کہہ دیجئے! دُنیا کی زندگی سے بہت ہی بہتر چیز بتاؤں؟ تقویٰ والوں کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، سب بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں۔" (آل عمران 14 - 15)

فی الواقع دین میں کجی تلاش کرنے کی تمام کوششیں، آخرت کی حقیقت کے بارے میں سمجھ کی کمی کے باعث وجود میں آتی ہیں جبکہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دُنیا ہمارے لئے عارضی گھر کے طور پر تخلیق کی ہے۔ یہ ایمان والوں کا امتحان لینے کے لئے ہے۔ ان کو پاک کرنے، انہیں جنت کے قابل بنانے اور کافروں کے خلاف حق کی گواہی دینے کے لئے ہے۔

تاہم جاہلی معاشرے کے ارکان اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف اس دُنیا کو تھامے ہوئے ہیں جیسے یہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ یہ دلیل جاہلی معاشرے کی ذہنیت کی ہے

جسے ہم نے اس کتاب میں مسلسل بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ "زندگی چھوٹی ہے مزے کرو"، "زندگی ایک بار ملتی ہے اس لئے اس سے لطف اندوز ہو۔" ایسے بیانات درحقیقت اس ذہنیت کی صاف ترجمانی کرتے ہیں جو لوگوں کو دینی فرائض اور آخرت پر توجہ کئے بغیر زندگی گزارنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ جب تک تم زندہ ہو تمہیں زندگی سے لطف اندوز ہونا چاہئے۔ آپ اپنے فائدے اور دل لگی کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ جاہلی معاشرے میں جب تک آپ کسی چیز سے استفادہ کرتے رہیں اس میں کوئی خرابی نہیں اس نقطہ نظر سے ہر چیز جائز ہے۔

جاہلی معاشرہ گہری جہالت میں غرق ہے۔ ظاہر ہے کہ موت ایک ناگزیر انجام ہے اور یہ کہ زمین پر بسنے والے ہر ذی روح کو جلد یا بدیر آکر رہے گی۔ پھر بھی جاہل لوگ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اسے ممکن حد تک اپنے ایجنڈے سے باہر رکھتے ہیں۔ وہ تندہی سے اس کے بارے میں سوچنے سے گریز کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کے بارے میں بات کرنے سے روکتے ہیں۔ ہر شخص ایسے زندگی گزارتا ہے جیسے وہ کبھی موت سے ہمکنار نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ اللہ کے وجود کا انکار نہیں کرتے۔ جب اُن سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ آخرت میں بھی ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں جیسے یہ ایک مسلمان ہونے کی لازمی شرط ہے۔ تاہم ان کے اعمال اس کے برعکس ہیں یہ ان کے آخرت میں ایمان کی کمی کی وجہ سے ہے۔

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۝

"بے شک یہ لوگ جلدی ملنے والی (دنیا) کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بڑے بھاری دن کو چھوڑے دیتے ہیں۔" (الدھر 27)

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

"بلکہ سب سے زیادہ دنیا کی زندگی کا حریص اے نبی! آپ انہیں کو پائیں

گے۔ یہ حرص زندگی میں مشرکوں سے بھی زیادہ ہیں۔ ان میں سے تو ہر شخص ایک ایک ہزار سال کی عمر چاہتا ہے، گو یہ عمر دیا جانا بھی انہیں عذاب سے نہیں چھڑا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو بخوبی دیکھ رہا ہے۔" (البقرہ 96)

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝

"یقین جانو! کہ یہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے سے شک میں ہیں، یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔" (حم السجدہ 54)

چونکہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ ان کی موت ان کے وجود کا حتمی انجام ہوگا، ان کی ہمیشہ جینے کی خواہش دوسری طرح پوری ہوتی ہے۔ جاہلوں کی اکثریت اپنے پیچھے کچھ ایسی چیز چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں تا کہ ان کی موت کے بعد لوگ ان کو یاد کریں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ لوگوں کے ذہنوں میں رہیں گے۔ وہ اس بات سے ناواقف ہیں کہ ان کی سوچ کا یہ انداز کتنا نامعقول ہے۔ اپنی آخرت کے لئے کچھ اچھے اعمال کرنے کے بجائے وہ دُنیا میں اپنا ایک "نام" بنانا چاہتے ہیں جو کہ ان کی موت کے بعد ناقابلِ فراموش ہو۔ ان کا کوئی عمل انہیں فائدہ نہ دے گا۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ۚ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ۚ وَمَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ۭ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ۙ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ۚ

"جبکہ ان سے ان کے بھائی ھودؑ نے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو! میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا ثواب تو تمام جہان کے پروردگار کے پاس ہی ہے۔ کیا تم ایک ایک ٹیلے پر بطور کھیل تماشا یادگار (عمارت) بنا رہے ہو۔ اور بڑی صنعت والے (مضبوط محل) تعمیر کر رہے ہو گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے۔" (الشعرآء 124-129)

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝

"جو مال جمع کرتا جائے اور گنتا جائے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشگی عطا کرے گا۔" (الھمزۃ 2-3)

عقیدہ آخرت دُنیا کی اس زندگی میں موت کے دکھ کو دبانے کے لئے ایک قسم کی تسلی یا ڈھارس ہے حتیٰ کہ بہت سے مذہبی لوگ بھی اسے توہم خیال کرتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان لانے کا انتخاب اس لئے کرتے ہیں کہ شاید اگر ایسا ہو۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ آخرت میں ان کا جنت میں داخلہ یقینی ہے دلچسپ بات یہ ہے کہ جو آخرت کو اس نظر سے دیکھتے ہیں وہ اپنے کو جنت کے لوگ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ سورۃ الکہف میں ذکر کردہ شخص جاہلی معاشرے کے عام نقطہ نظر کا عکاس ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَیْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۝ وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ۝ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ فَعَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ۝

"اور انہیں ان دو شخصوں کی مثال بھی سنا دے۔ جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگوروں کے دے رکھے تھے اور کھجوروں کے درختوں سے ہم نے گھیر رکھا

تھا اور دونوں کے درمیان کھیتی لگا رکھی تھی۔

دونوں باغ اپنا پھل خوب لائے اور اس میں کسی طرح کی کمی نہ کی اور ہم نے ان باغوں کے درمیان نہر جاری کر رکھی تھی۔

الغرض اس کے پاس میوے تھے، ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور جتھے کے اعتبار سے بھی زیادہ مضبوط ہوں۔

اور یہ اپنے باغ میں گیا اور تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا۔ کہنے لگا کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی وقت بھی یہ برباد ہو جائے۔

اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر (بالغرض) میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں (اس لوٹنے کی جگہ) اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا۔

اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس (معبود) سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پھر پورا آدمی بنا دیا۔

لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا۔ تُو نے اپنے باغ میں جاتے وقت کیوں نہ کہا (ماشآء اللّٰہ، لاقوۃ الّا باللّٰہ) کہ اللہ کا چاہا ہونے والا ہے، کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے، اگر تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کم دیکھ رہا ہے۔

بہت ممکن ہے کہ میرا رب مجھے تیرے اس باغ سے بھی بہتر دے اور اس پر آسمانی عذاب بھیج دے تو یہ چٹیل اور چکنا میدان بن جائے یا اس کا پانی نیچے اُتر جائے اور تیرے بس میں نہ رہے کہ تو اسے ڈھونڈ لائے۔

اور اس کے سارے پھل گھیر لئے گئے، پس وہ اپنے اس خرچ پر جو اس نے اس میں کیا تھا اپنے ہاتھ ملنے لگا اور وہ باغ تو اوندھا اُلٹا پڑا تھا۔ اور (وہ شخص) یہ کہہ رہا تھا کہ کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ

کرتا۔ اس کی حمایت میں کوئی جماعت نہ اُٹھی کہ اللہ سے اس کا کوئی بچاؤ کرتی اور نہ وہ خود ہی بدلہ لینے والا بن سکا۔ یہیں سے (ثابت ہے) کہ اختیارات اللہ برحق کے لئے ہیں وہ ثواب دینے اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی بہتر ہے۔" (الکھف 32-40)

قرآن کی ایک دوسری سورۃ میں ہمیں اسی ذہنیت والے شخص کی ایک اور مثال ملتی ہے جب وہ یہ کہتا ہے" کہ اگر میں رب کی طرف لوٹایا گیا" وہ درحقیقت آخرت کے بارے میں اپنے کفر کا اعتراف کرتا ہے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ○

"اور جو مصیبت اسے پہنچ چکی ہے اس کے بعد اگر ہم اسے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ اس کا تو میں حقدار ہی تھا اور میں تو خیال نہیں کرسکتا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کے پاس واپس کیا گیا تو بھی یقیناً میرے لئے اس کے پاس بہتری ہے۔ یقیناً ہم ان کفار کو ان کے اعمال سے خبردار کریں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔" (حٰم السجدۃ، 50)

درحقیقت یہ سمجھنا مشکل ہے کہ جاہلی معاشرے کے لوگ اپنے اندھے پن پر کیوں جمے رہتے ہیں اگر کوئی شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے تو پھر وہ ضرور اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ آخرت کا وجود ضرور ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق کرتا ہے، اسے زندگی گزارنے کا موقع دیتا ہے۔ اسے بیش بہا نعمتیں عطا کرتا ہے اور اس پر عظیم شفقت اور رحمت کا برتاؤ کرتا ہے۔ پھر وہ اسے ایک خاص عمر میں فنا کیوں کر دینا چاہتا ہے؟

آیئے اس موضوع پر ایک عظیم سکالر کی دی ہوئی مثال کو یاد کرتے ہیں۔ کیا ایک

ماں اپنے بچے کو اتنے سال پرورش کے بعد مارنا چاہے گی؟ درحقیقت ایک ماں اپنے بچے کی بہت دیکھ بھال کرتی ہے اور اس کے لئے بہت شفقت کے جذبات رکھتی ہے۔ وہ اسے کوئی ضرر پہنچانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی ایسا چاہنا تو دور کی بات ہے۔ جب یہ جذبات اسے اللہ نے عطا کیے ہیں جو شفقت و رحمت اور ہر بھلائی جسے ہم جانتے ہیں، کا حقیقی مالک ہے تو کوئی یہ کیوں سمجھتا ہے کہ اللہ انسان کو فنا کر دیتا ہے جس کو اس نے تخلیق کیا اور ہر قسم کی نعمتیں عطا کیں خصوصاً جب وہ بندے اس کے شکر گزار بھی ہوں اور اس کے بندے بننا پسند کریں۔

اگر برے لوگ مرجاتے اور اچھے ہمیشہ زمین پر جیتے تو شاید ہم سوچ سکتے تھے کہ موت ہی آخری انجام ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ

"ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔" (الانبیاء 35)

اللہ تعالیٰ بندے کو ایک خاص وقت تک زندگی کی مہلت دینے کے بعد اسے موت سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ

"کیا ہم نے تمہیں اتنی لمبی زندگی عطا نہ کی تھی کہ تم نصیحت قبول کرتے؟ اور تنبیہ کرنے والا بھی تمہارے پاس آیا تھا۔" (الفاطر 37)

اتنا لمبا عرصہ ہم سب کے لئے انتخاب کرنے کو کافی ہے۔

اس عرصے میں لوگوں کو یہ احساس کرنا چاہیے کہ ان کی روحیں غیر فانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کے اندر بہت سی چیزوں کی طلب رکھی ہے اور اس نے ہمیں وہ سب عطا فرمایا ہے جس کے ہم ضرورت مند ہیں اور چاہت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اس طرح فرمائی ہے کہ ہم بھوک محسوس کرتے ہیں اور اس نے زمین میں بے شمار خوراک مہیا کی ہے۔ اس نے ہمارے اندر پیاس کے احساسات رکھ کر اسی وقت انسانوں کے لئے پانی کے ذرائع تخلیق فرما دیے جب اس نے زمین بنائی۔ پھر اس طرح کیا اللہ ہمیں ہیشگی کی

زندگی عطا نہ کرے گا جب کہ اس نے ہمارے اندر ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش پیدا کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے اور دوسری مخلوق جیسے سورج، ستارے اور زمین کو اس کی خدمت کے لئے لگا دیا ہے۔ آخرکار اللہ کی اس کمال تخلیق کے بعد یہ سوچنا نامعقول ہوگا کہ وہ انسانیت کو ایک مقررہ وقت تک زمین پر زندہ رکھے گا اور پھر ہمیشہ کے لئے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دے گا۔ مختصراً، جب ہم یہاں سے رخصت ہو جاتے ہیں تو ہم (لاشیئیت) میں گم نہیں ہو جاتے بلکہ اپنی اصل زندگیوں میں قدم رکھتے ہیں۔

ایک سوچنے والے شخص کے لئے یہ بات عیاں ہے کہ اس دُنیا کی زندگی عارضی ہے اور اصل زندگی کا صرف ایک نمونہ۔ اس زندگی کی تمام رونقیں عارضی ہیں اور خامیوں سے بھرپور۔

خوبصورت ترین انسان بھی اپنی ظاہری شکل کو ایک یا دو دہائیاں ہی قائم رکھ سکتا ہے۔ جونہی وہ بوڑھا ہوتا ہے اس کی ظاہری ہیئت بدلنے لگتی ہے، اس کی جلد جھریوں سے بھر جاتی ہے۔ اس کا جسم اپنی بناوٹ کھونے لگتا ہے اور وہ بڑھاپے کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کا شکار ہونے لگتا ہے اس دنیا کی زندگی کی کوتاہیوں کا احساس ہونے کے لئے بڑھاپے کی ضرورت نہیں، اس کے جسمانی نظام بہت سی کمزوریاں رکھتے ہیں۔ اگر وہ کچھ دن غسل نہیں کرتا تو اس سے بدبو آنے لگتی ہے۔ وہ چاہے کتنا ہی پرکشش کیوں نہ ہو اُسے ہر انسان کی طرح بیت الخلاء استعمال کرنا ہوتا ہے اور اپنی پوری زندگی ہر روز اپنی ہر قسم کی کمزوریوں سے نبٹنا پڑتا ہے۔

چونکہ لوگ اس سب کے عادی ہو چکے ہیں اس لئے وہ اس بات سے لاعلم ہیں کہ یہ کمزوریاں اُن کو بالقصد دی گئی ہیں۔ وہ ان کمزوریوں کا پایا جانا بالکل حسب معمول خیال کرتے ہیں اور کبھی نہیں سوچتے کہ اس کا نعم البدل بھی ہو سکتا ہے۔ تاہم اللہ کی تخلیق مکمل ہے۔ جب ہم کائنات کی تخلیق کو دیکھتے ہیں، زمین، قوانین قدرت، پیچیدہ جسمانی ساخت والے جانداروں سے ایک خلیے والے جاندار تک، ہم صاف دیکھ سکتے ہیں کہ ہر ایک میں کمال درجے کا نظم اور نمونہ ہے اس لئے اگر اللہ چاہتا تو لوگوں میں اوپر بیان شدہ

کمزوریاں نہ ہوتیں لیکن یہ سب اس لئے ہے تا کہ لوگوں کو یاد رہے کہ وہ اللہ کے ضرورت مند ہیں۔ یہ لوگوں کو ایک بات کی یاد دہانی کرانے کے لئے بھی ہیں کہ اس دُنیا کی زندگی آخرت کی اصل زندگی کی ایک جھلک ہے جو ہر عیب اور نقص سے پاک ہوگی۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝

"خوب جان رکھو کہ دُنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا زینت اور آپس میں فخر و (غرور) اور مال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا ہے جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ میں اس کو تم دیکھتے ہو پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور رضا مندی ہے اور دُنیا کی زندگی بجز دھوکے کے سامان کے اور کچھ بھی تو نہیں"۔ (الحدید 20)

پھر کوئی یہ سوال کر سکتا ہے "اصل زندگی کس طرح کی ہے؟" یہ سب کو معلوم ہے کہ آخرت میں دو قیام گاہیں ہوں گی۔ ایک مومنوں کے لئے جنت اور دوسری کافروں کے لئے جہنم تاہم جاہلی معاشرے جنت اور جہنم کے بارے میں کہانیاں گھڑنے سے بھی نہیں چوکے اس لئے ہمیں پھر قرآن سے رجوع کرنا ہوگا تا کہ آخرت کی حقیقی حالت کو سمجھیں۔

جنت: مومنوں کا اصل گھر

سَابِقُوْآ اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ، اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ ، ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ، وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِo

"(آؤ) دوڑو رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے۔ یہ ان کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (الحدید 21)

لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْھَا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌo

"یہ وہاں جو چاہیں گے انہیں ملے گا (بلکہ) ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔" (ق 35)

مومنوں کا ابدی گھر جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جزا ان کو باغات میں داخلے کی صورت میں دے گا جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جنت وہ جگہ ہے جہاں مومنین جو چاہیں گے ان کو ملے گا اور ان کے چاہنے سے بھی بڑھ کر کیونکہ جنت کی رنگینیاں ان کے تصور سے ماوراء ہیں۔

لیکن جنت کا عام تصور قرآن کے بیان سے بہت مختلف ہے۔ روایتی نقطہ نظر کے مطابق جنت مشرق کا ایک بہتر نمونہ ہے، خصوصاً جہاں عرب تہذیب پائی جاتی ہے اس نظریے کے مطابق جنت ایسی جگہ ہے جہاں ٹیکنالوجی کا فقدان ہے اور لوگ وہاں کی قدرتی رعنائیوں جیسے درخت اور نہروں سے لطف اندوز ہوں گے۔ جہاں تک جنت کے ساغر و پیالوں کا تعلق ہے ان کو سترھویں صدی کے کے مشرق وسطیٰ کے ساغر سے ملتا جلتا تصور کیا جاتا ہے مثال کے طور پر سلطنت عثمانی۔ لوگ عموماً جنت کے لباس کی تصویر کا خاکہ کھلے پاجامے کی جدید شکل، مذہبی نمونے کی قبا اور پگڑی بناتے ہیں۔ وہ حور کو جس

کی خوبصورتی کی تعریف قرآن میں بہت کی گئی ہے، بہت حسین تصور کرتے ہیں لیکن ان کی خوبصورتی کا تصور سلطنت عثمانی کی روایتی پردہ نشین عورتوں تک محدود ہے یا دوسرے معیار کے مطابق، جس جگہ یا تہذیب سے ان کا تعلق ہو۔

یہ تمام غلط گمان ان لوگوں کی عیب دار ذہنیت کی پیداوار ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ مشرقی دُنیا اللہ کی تخلیق ہے اور مغربی دُنیا اس تخلیق سے الگ چیز ہے۔

جہاں وہ مغربی دُنیا کے گرے ہوئے اخلاقی معیار سے بچنا چاہتے ہیں وہ اس کی خوبیوں کو بھی نظر انداز کرنا چاہتے ہیں جیسے ٹیکنالوجی، آسائش اور مغربی طرز کا جمال اللہ کی ملکیت نہیں جو کہ ہر چیز کا مالک ہے۔ ٹیڑھا منطق درحقیقت یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکہ میں موجود ہے لیکن لاس انجیلس میں نہیں۔ حتیٰ کہ مغربی دُنیا میں رہنے والے مسلمانوں کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ جنت مشرقی طرز کی ہو گی۔

تاہم حقیقت حال ایسے نہیں۔

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ٥

"اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔" (الطلاق 12)

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ ٥

"اور وہ تمام مشرق و مغرب کا مالک ہے" (المعارج 40)

اس لئے جنت کا اس دُنیا کی خوبصورتیوں میں سے قطع نظر اس کے کہ اس کا تعلق مشرق سے ہے یا مغرب سے، کسی سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

ورنہ جنت، جنت نہ ہو گی۔ جنت میں گھر اس دُنیا کے خوبصورت ترین محلات سے کہیں بہتر ہوں گے۔ جنت کے لباس کی تعریف کردہ خوبصورتیاں فرانسیسی یا اطالوی فیشن گھروں سے کہیں بڑھ کر باوقار اور حسین ہوں گی۔ جنت کی عورتیں ضروری نہیں کہ مشرقی رقاصاؤں جیسی نظر آئیں بلکہ وہ ٹاپ ماڈل اور کور (Cover) گرلز سے کہیں بڑھ کر پرکشش ہوں گی کیونکہ ان کی خوبصورتی جیسا کہ قرآن اور اسلامی ادب میں بیان کیا گیا ہے بے مثال ہے۔

تمام اسلامی تصورات ضروری نہیں مشرقی ہوں۔ جب کوئی قرآن کو بہت توجہ دیے بغیر پڑھتا ہے تو وہ شاید یہ تاثر لے کہ جنت کے باغات میں ٹیکنالوجی کا وجود نہ ہوگا۔ یہ اس لئے کہ قرآن جو کہ چودہ سو سال پہلے نازل ہوا، جنت کو ایسے انداز میں بیان کرتا ہے جو تمام زمانوں کے لوگوں کو سمجھ آ جائے۔ قرآن آفاقی ہے اور تمام ادوار پر لاگو۔ یہ یقیناً جنت کے کسی ٹیکنالوجی پہلو کی طرف صریح دلالت نہیں کرتا کیونکہ مختلف زمانوں کے لوگ بشمول ہمارے زمانہ کے لوگوں شاید اس ٹیکنالوجی کو نہ جانتے ہوں۔ دوسری طرف ہمیں یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہم جو چاہیں گے، انعام دیا جائے گا۔

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

"وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو تمہارے نفس چاہیں اور جس سے آنکھیں لذت پائیں اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔" (الزخرف 71)

ایک دوسری آیت میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ جنت میں ہماری خواہشات سے بھی بڑھ کر ہوگا۔

لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

"یہ وہاں جو چاہیں انہیں ملے گا (بلکہ) ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔"
(ق 35)

اس لئے ہر چیز، ٹیکنالوجی سمیت، اگر جنت کے باشندے اس کی تمنا کریں جنت میں میسر ہوگی۔ سورۃ الرحمٰن جنت کو یوں بیان کرتی ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ کَاَنَّھُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَیِّ
اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ وَمِنْ دُوْنِھِمَا جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ مُدْھَآمَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
فِیْھِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ فِیْھِمَا
فَاکِھَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ فِیْھِنَّ
خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ
فِی الْخِیَامِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ لَمْ یَطْمِثْھُنَّ اِنْسٌ
قَبْلَھُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی
رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۝

"اور اس شخص کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو
جنتیں [illegible]۔

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

دونوں جنتیں بہت سی ٹہنیوں اور شاخوں والی ہیں۔

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ان دونوں (جنتوں) میں دو بہتے ہوئے چشمے ہیں۔

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ان دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کی دو قسمیں ہوں گی۔

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے
ہوں گے، اور ان دونوں جنتوں کے میوے بالکل قریب ہوں گے۔

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

وہاں (شرمیلی) نیچی نگاہ والی حوریں ہیں جنھیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہیں لگایا

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

وہ حوریں مثل یاقوت اور مونگے کے ہوں گی۔

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے؟

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

جو دونوں گہری سبز سیاہی مائل ہیں۔

بتاؤ اب اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ان میں دو (جوش سے) ابلنے والے چشمے ہیں۔

پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔

کیا اب بھی رب کی کسی نعمت کی تکذیب تم کرو گے؟

ان میں نیک سیرت خوبصورت عورتیں ہیں۔

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

(گوری رنگت کی) حوریں جنتی خیموں میں رہنے والیاں ہیں۔

پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ان کو ہاتھ نہیں لگایا کسی انسان یا جن نے اس سے قبل

پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے ساتھ تم تکذیب کرتے ہو؟

سبز مسندوں اور عمدہ فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔

پس (اے جنو اور انسانو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو عزت و جلال والا ہے۔" (الرحمٰن 46-78)

جنت بہت سی دوسری آیات میں بیان کی گئی ہے۔

وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا o

"تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا۔" (الدھر 20)

مُتَّکِئِیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِکِ ۚ لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا o

"یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھیں گے۔ نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں گے نہ جاڑے کی سختی۔" الدھر 13)

لَا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً o

"جہاں کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے۔" (الغاشیۃ 11)

وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ o کَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ o

"اور ان کے پاس نیچی نظروں، بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی۔" (الصٰفٰت 48-49)

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ o الَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ o

"اور کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔ جس نے ہم کو اپنے فضل سے، ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا جہاں نہ ہم کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی تھکاوٹ ہوگی۔" (الفاطر 34-35)

لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ وَعْدَاللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ۝

"ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں رب کا وعدہ ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔" (الزمر 20)

اللہ اپنے بندوں کا یوں استقبال کرے گا۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

"اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلی جا۔" (الفجر 27-30)

جہنم کافروں کے لئے تیار شدہ

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ۝ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ۝ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۝ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝

"چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا، بہت سا مال اس کو دیا، اس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے دیئے اور اس کے لئے ریاست کی راہ ہموار کی، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے۔ میں تو اسے عنقریب ایک کٹھن چڑھائی چڑھواؤں گا۔ اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی تو خدا کی مار اس پر کیسی بات بنانے کی کوشش کی پھر (لوگوں کی طرف) دیکھا پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بنایا پھر پلٹا اور تکبر میں پڑ گیا۔ آخرکار بولا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ یہ تو ایک انسانی کلام ہے۔ عنقریب میں اسے دوزخ میں جھونک دوں گا اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دوزخ؟ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے۔ کھال جھلس دینے والی۔" (المدثر 11-29)

جس قدر خوبصورتیاں اور رحمتیں جنت میں ہیں اس قدر بدصورتی اور عذاب جہنم میں ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو اپنا خالق ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ جہنم میں ہمیشگی کا عذاب دیے جائیں گے۔

قرآن کی مندرجہ ذیل آیات بتاتی ہیں کہ جہنم کے مستحق لوگ کون ہیں۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ○

"جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے۔ درآں حالے کہ اس پر راہِ راست واضح ہو چکی ہو تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔" (النساء 115)

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ڰ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ○

"چھوڑو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور جنہیں دُنیا کی زندگی فریب میں مبتلا کیے ہوئے ہے۔ ہاں مگر یہ قرآن سنا کر نصیحت اور تنبیہ کرتے رہو کہ کہیں کوئی شخص اپنے کیے کرتوتوں کے وبال میں گرفتار نہ ہو جائے اور گرفتار بھی اس حال میں ہو کہ اللہ سے بچانے والا کوئی حامی و مددگار اور کوئی سفارشی اس کے لئے نہ ہو اور اگر وہ ہر ممکن چیز فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو وہ بھی اس سے قبول نہ کی جائے کیونکہ ایسے لوگ تو خود اپنی کمائی کے نتیجہ میں پکڑے جائیں گے۔ ان کو اپنے انکارِ حق کے معاوضہ میں کھولتا ہوا پانی پینے کو اور دردناک عذاب بھگتنے کو ملے گا۔ (الانعام 70)

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○

"دردناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو" (التوبہ 34-35)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

"جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اپنے وقار کا خیال اس کو گناہ پر جما دیتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے تو بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔" (البقرہ 206)

کافر جہنم کے لائق ہیں ان کی مشترک خصوصیت دین کو رد کر دینا ہے جب وہ اسے قبول کرنے کی طرف بلائے جائیں۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۚ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۚ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

"اس روز صور پھونکا جائے گا اور وہ سب مر کر گر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے ان کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔ پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا اور یکایک سب کے سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔ زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی۔ کتاب اعمال لا کر رکھ دی جائے گی۔ انبیاء اور تمام گواہ حاضر کر دیے جائیں گے لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا اور ہر متنفس کو جو کچھ بھی اس نے عمل کیا تھا اس کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

(اس فیصلہ کے بعد) وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا۔ جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے کارندے ان سے کہیں گے "کیا تمہارے پاس تمہارے اپنے لوگوں میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے جنہوں نے تم کو تمہارے رب کی آیات سنائی ہوں اور تمہیں اس بات سے ڈرایا ہو کہ ایک وقت تمہیں یہ دن بھی دیکھنا ہوگا؟" وہ جواب دیں گے "ہاں آئے تھے مگر عذاب کا فیصلہ کافروں پر چپک گیا" کہا جائے گا داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں۔ یہاں اب تمہیں ہمیشہ رہنا ہے بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے یہ متکبروں کے لیے۔" (الزمر 68-72)

قرآن کے مطابق جہنم کے باشندوں نے اس دنیا میں اللہ کی سزا کو کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔ اس وقت انھوں نے یہ سمجھا کہ اگر جہنم ہے بھی جہاں ان کو بھیجا جائے گا تو وہ تھوڑے سے وقت کے لئے وہاں پر رہیں گے اور پھر وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ یہ جاہل معاشرے کے اراکین کا عقیدہ ہے کہ اگر انہیں اپنے گناہوں کی وجہ سے سزا ملے گی تو وہ عارضی طور پر جہنم میں رہیں گے اور جب انھوں نے دنیا میں کیے گئے گناہوں کا بدلہ پا لیا تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے

گی۔ تاہم قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ جہنم کی سزا نہ ختم ہونے والی ہے اور کافروں کے جنت میں جانے کی کوئی امید نہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

"وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں الا یہ کہ چند روز کی سزا مل جائے تو مل جائے۔ ان سے پوچھو، کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے جس کی وہ خلاف ورزی نہیں کر سکتا؟ یا بات یہ ہے کہ تم اللہ کے ذمے ڈال کر ایسی بات کہہ دیتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں" (البقرہ 80)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَغَرَّھُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰھُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

"تم نے دیکھا نہیں کہ جن لوگوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ ملا ہے ان کا حال کیا ہے؟ انہیں جب کتاب الٰہی کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، تو ان میں سے ایک فریق اس سے پہلو تہی کرتا ہے اور اس فیصلے کی طرف آنے سے منہ پھیر جاتا ہے۔ ان کا یہ طرزِ عمل اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں" آتش دوزخ تو ہمیں مس تک نہ کرے گی اور اگر دوزخ کی آگ ہم کو ملے گی بھی تو بس چند روز۔" ان کے خود ساختہ عقیدوں نے ان کو اپنے دین کے معاملے میں بڑی غلط فہمیوں میں ڈال رکھا ہے مگر کیا بنے گی اُن پر جب ہم انہیں اس روز جمع کریں گے جس کا آنا یقینی ہے؟ اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔" (آل عمران 23-25)

قرآن کی دوسری آیات جہنم کی ہولناکی یوں بیان کرتی ہیں۔

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۝ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝

"اور کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست کو نہ پوچھے گا حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دے دے اور یہ تدبیر اسے نجات دلا دے۔ ہر گز نہیں۔ وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹ ہوگی جو گوشت پوست کو چاٹ جائے گی۔ پکار پکار کر اپنی طرف بلائے گی ہر اس شخص کو جس نے حق سے منہ موڑا پیٹھ پھیری اور مال جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔" (المعارج 10-18)

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ۝

"وہ وہاں چلا رہے ہوں گے اور وہ وہاں کچھ بھی نہ سن سکیں گے۔" (الانبیاء 100)

مِّن وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ ۝ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝

"ایسے گنہگار کے لئے اس کے آگے جہنم ہے۔ وہاں اسے کچ لہو کا سا پانی پینے کو دیا جائے گا جسے وہ زبردستی حلق سے اتارنے کی کوشش کرے گا اور مشکل ہی سے اتار سکے گا موت ہر طرف سے اس پر چھائی رہے گی مگر وہ مرنے نہ پائے گا اور آگے ایک سخت عذاب اس کی جان کو لاگو رہے گا۔" (ابراھیم 16-17)

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝

"اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ تارکول کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے چہروں پر چھائے جا رہے ہوں گے۔" (ابراہیم 49-50)

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝

زقوم کا درخت گناہ گار کی خوراک ہوگا۔ تیل کی تلچھٹ جیسا، پیٹ میں اس طرح جوش کھائے گا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش کھاتا ہے۔ پکارا جائے گا" پکڑ و اسے اور رگیدتے ہوئے لے جاؤ اس کو جہنم کے بیچوں بیچ اور انڈیل دو اس کے سر پر کھولتے پانی کا عذاب۔ چکھ اس کا مزا، بڑا زبردست عزت دار آدمی ہے تو۔" (الدخان 43-49)

جنت اور جہنم کے بارے میں بیان کردہ تفصیلات حتمی حقائق ہیں اللہ جس نے یہ دنیا کی زندگی کو تخلیق کیا ہے اس نے قرآن نازل کیا ہے اور ہمیں یہ علم دیا ہے کہ وہ آخرت بھی تخلیق کرے گا۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

جہنم کے لوگوں سے سوال کیا جائے گا" کیا تمہارے پاس تمہارے اپنے لوگوں میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے جنہوں نے تم کو تمہارے رب کی آیات سنائی ہوں اور تمہیں اس بات سے ڈرایا ہو کہ ایک وقت تمہیں یہ دن

بھی دیکھنا ہوگا؟ (الزمر 71)

اوران کے لئے جنہوں نے دعوت کورد کردیا ہے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝

"مگر اس نے نہ سچ مانا اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور پلٹ گیا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا یہ روش تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تجھی کو زیب دیتی ہے۔ ہاں یہ روش تیرے ہی لئے سزاوار ہے اور تجھے ہی زیب دیتی ہے" (القیامہ 31-35)

حصّہ دوم

ایک نیا رُخ

اس کتاب کے شروع میں ہم نے معاشرے کے ہمارے اندر پہلے سے قیاس کردہ خیالات کا آہستہ آہستہ ذہن نشین کرانے کا ذکر کیا تھا۔ ہم نے زور دیا تھا کہ اس مشروطیت کی وجہ سے ہم بغیر سوال کیے بہت سے دعوے قبول کر لیتے ہیں جو در حقیقت محتاط جانچ کے محتاج ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ صحیح فیصلہ کرنے کے لئے ہمیں اپنے پہلے خیالات پر نظر ثانی کرنا ہوگی قطع نظر اس کے کہ ہمارا کس موضوع سے واسطہ ہے۔

یہاں اس باب میں ہم موجودہ نظام کے قیاسیات میں سب سے اہم تصور کو چیلنج کریں گے۔ ہم اپنے ایجنڈے پر ایسا موضوع لائیں گے جس کے بارے میں اب تک کم ہی سوچا گیا۔ وہ یہ کہ ہم باہر کی دُنیا کی حقیقی حیثیت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ یہ باہر کی دُنیا جو ہمارے اردگرد ہے درحقیقت ہے کیا؟

اس باہر کی دُنیا کے بارے میں معلومات کا ذریعہ ہماری پانچ حسیں ہیں یعنی حواس خمسہ۔ چونکہ ہم پیدائش سے لے کر اب تک اپنے انہی حواس پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں اس لئے ہم یہ نہیں سوچتے کہ باہر کی دُنیا ہمارے حواس پر مبنی تصویر سے کچھ مختلف بھی ہو سکتی ہے۔ ہم یہ ماننے کے اتنے عادی ہو چکے ہیں۔ اور اس بناء پر اس موضوع پر بحث کرنے کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

تاہم سائنسی دُنیا میں حال ہی میں کی گئی تحقیقات نے ہمارے فہم اور ادراک سے اخذ کی ہوئی دُنیا کے بارے میں شدید شبہات پیدا کر دیے ہیں۔ ان تحقیقات نے کائنات اور مادے کے بارے میں مُستند معلومات کو مسمار کر دیا ہے اور بالکل مختلف نیا رُخ سامنے لائے ہیں۔

برقی اشاروں سے بنی ہوئی دُنیا

ہمیں باہر کی دُنیا کے حوالے سے جو ادراک حاصل ہے وہ دراصل برقی اشاروں کا تسلسل ہے آیئے بصارت کو مثال کے طور پر لیتے ہیں۔ ہم کیسے دیکھتے ہیں؟ اس سوال کا جواب عموماً "اپنی آنکھوں سے" تاہم یہ جواب اتنا سادہ نہیں۔

آنکھ میں داخل ہونے والے برقی ذرات (Photons) سلسلہ وار مراحل سے گزرتے ہیں۔ یہ برقی اشاروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور اس صورت میں دماغ کو پہنچائے جاتے ہیں یعنی دماغ کو جو پہنچتا ہے وہ دیکھی جانے والی چیز سے نکلنے والے برقی ذرات (Photons) نہیں بلکہ ان کا بصارتی عضو یعنی آنکھ کی ایک تہہ سے ٹکرا کر پیدا شدہ برقی اشارے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں دماغ میں پایا جانے والا بصارتی مرکز اصل روشنی کی شعاعوں کو نہیں بلکہ ان کی برقی نقل کو پرکھتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں "میں کوئی چیز دیکھ رہا ہوں تو درحقیقت ہم وہ چیز نہیں دیکھتے دراصل ہم جو دیکھتے ہیں وہ برقی اشارے ہیں جو ہمارے دماغ میں اس چیز کا خاکہ ہیں۔ ہم ہر چیز بشمول تمام کائنات اپنے بصارتی مرکز میں دیکھتے ہیں جس کی پیمائش صرف چند مربع انچ ہے۔

اگر ہم اب تک حاصل ہونے والے علم کی توضیح کرنا چاہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ حتمی بصارت آنکھوں میں نہیں بلکہ بصارتی مرکز میں ہے۔ یہ عمومی علم کے برعکس ہے کہ ہم آنکھوں سے نہیں بلکہ بصارتی مرکز سے دیکھتے ہیں چونکہ دماغ میں کوئی روشنی داخل نہیں ہوتی۔ دماغ میں ہمیشہ اندھیرا ہوتا ہے۔

اگر ہم ایک آلہ جو روشنی کو ناپ سکے 'فوٹو سیل' بصارتی مرکز میں رکھ دیں تو ہم ہر وقت حتیٰ کہ سورج کو براہِ راست دیکھتے ہوئے بھی وہاں صفر روشنی پائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دماغ کبھی چیز کو نہیں بلکہ اس چیز سے نکلنے والے برقی اشاروں کو دیکھتا ہے۔ برٹینڈ رسل مندرجہ ذیل مثال دیتا ہے۔

"عام عقل یہی خیال کرتی ہے کہ جب وہ ایک میز دیکھتی ہے تو میز ہی دیکھتی ہے تو

روشنی کی کچھ شعاعیں آنکھوں تک پہنچتی ہیں اور یہ اس قسم کی ہوتی ہیں جو پہلے تجربے کی بنیاد پر چھونے کی حس اور دوسرے لوگوں کی گواہی کہ انہوں نے میز ہی دیکھا کے ساتھ مربوط ہوتی ہیں لیکن اس میں ہمیں کسی نے میز تک نہیں پہنچایا۔ روشنی کی لہروں نے ہماری آنکھوں میں کچھ عمل کیا اور انہوں نے آگے دماغ میں کچھ عمل کیا۔ ان میں سے کوئی بھی عمل بغیر ابتدائیات کے میز کے موجود نہ بھی ہونے سے ہمیں میز کو دیکھنے کے احساسات کا موجب بن سکتا ہے۔

(برٹینڈ رسل دی اے۔ بی۔ سی آف ریلیٹوٹی، جارج ایلن اینڈ انوین لمیٹڈ 1958 صفحہ 129)

بصارت سے متعلق یہ حقیقت تمام حواس پر چسپاں ہوتی ہے، ہم برقی اشارے سونگھتے ہیں۔ برقی اشارے سنتے ہیں اور ہم جو کھاتے ہیں، ان کو نہیں بلکہ ان کے نمائندہ برقی اشاروں کو چکھتے ہیں۔

یہی چھونے کی حس کے لئے سچ ہے۔ اگر کبھی آپ کا سر پتھریلی دیوار سے ٹکرا جائے تو آپ درحقیقت اُسے چھو نہیں رہے۔ آپ جب سوچتے ہیں کہ آپ کسی چیز کو چھو رہے ہیں تو کچھ الیکٹران اور پروٹان جن سے ہمارا جسم بنا ہے وہ اس چیز کو جسے آپ سمجھ رہے ہیں کہ چھو رہے ہیں، کے الیکٹران اور پروٹان کی طرف کھینچتے ہیں اور دور ہٹتے ہیں لیکن اصل میں ملاپ نہیں ہوتا ہمارے جسم کے الیکٹران اور پروٹان دوسرے الیکٹران اور پروٹان کی قربت سے مشتعل ہو کر درہم برہم ہو جاتے ہیں اور یہ خلل اعصاب کے ذریعے دماغ تک پہنچ جاتا ہے۔ دماغ کے اندر اثر اصل چیز ہے جو ہمارے چھونے کی حس کے لئے ضروری ہے۔

(برٹینڈ رسل، ان پریز آف آئیڈلنیس اور دوسرے مضامین، جارج ایلن اور انوین لمیٹڈ 1958 صفحہ 228)

سماعت بھی مختلف نہیں۔ کانوں تک پہنچنے والی آواز کی لہریں جو عصبی نظام سے برقی اشاروں میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور سماعتی مرکز کو بھیجی جاتی ہیں۔ دیکھنے کے طریقہ کار کی آواز برقی خاکے ہیں جو دماغ تک پہنچتے ہیں۔

دُنیا، دماغ میں بناوٹ کی طرح

اب تک یہ واضح طور پر بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ چیزیں جو ہم دیکھتے ہیں، چھوتے ہیں اور سنتے ہیں، وہ محض ہمارے دماغ میں بننے اور تشریح ہونے والے برقی اشارے ہیں۔ مثلاً جب ایک شخص سیب کھاتا ہے تو بہت برقی لہریں پیدا ہوتی ہیں اور اس کے دماغ میں ان کی توضیح ہوتی ہے۔ ہم جسے سیب سمجھتے ہیں وہ درحقیقت سیب نہیں بلکہ کچھ برقی اشارے ہیں جو اس کی شکل، خوشبو، ذائقہ اور اس کی سختی کی دماغ میں ترجمانی کرتے ہیں اس لحاظ سے، ہمارے حواس سے متعارف شدہ بیرونی دُنیا، دراصل برقی خاکوں کا مجموعہ ہے۔ تمام زندگی ہمارے دماغ ان خاکوں کی جانچ اور تشخیص کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا "حقیقی" چیزوں سے تعلق ہے حالانکہ ہم صرف عکسوں کے خاکوں سے واسطہ رکھتے ہیں۔

حقیقی بیرونی دُنیا کی طرف راستہ ناپید

ہم اپنے حواس کے ذریعے حقیقی چیزوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے ہم کبھی یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا ہمارے دماغوں میں بنی دُنیا حقیقی دُنیا کا ہو بہو عکس ہے۔ ہمارے دماغ میں بننے والے عکس بیرونی دُنیا کی حقیقی چیزوں سے شاید نہ ملتے ہوں۔

دماغ اپنے اندر داخل ہونے والے پیغامات کو اپنے نظام کے اندر دوسری زبان میں تبدیل کر دیتا ہے اور ایک علیحدہ کائنات بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم پیدائش سے لے کر اسی نظام پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ یقین کرنے کا کہ آیا ہمارا دماغ ہمیں حقیقی دُنیا دکھاتا ہے اور ہمیں اس کے بارے میں صحیح معلومات دیتا ہے، کوئی موقع نہیں ملا۔

ہم جواب دیتے ہیں، ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا کرتا ہے کیونکہ جب میں ایک چیز کا ادراک کرتا ہوں تو دوسرے مجھے بتاتے ہیں کہ انہیں بھی ویسا ہی ادراک ہوا ہے۔ تاہم یہاں ہم ایک حقیقت بھول جاتے ہیں وہ دوسرے بھی بیرونی دُنیا کا حصہ ہیں اور یوں ہمارے ادراک کی پیداوار۔ یہ صورتِ حال اس شخص سے مماثلت رکھتی ہے جو ساری عمر ایک کمرے میں رہا اور بیرونی دُنیا سے ایک سکرین کے ذریعے رابطہ رکھا۔ اس شخص کے لئے یہ اندازہ کرنا ناممکن ہے کہ جو تصویریں وہ بیرونی دُنیا کے حوالے سے دیکھتا ہے، حقیقی دُنیا کی عکاس ہیں یا نہیں۔

مختصراً جس طریقے سے ہم بیرونی دُنیا کا ادراک کرتے ہیں اس کا پورا انحصار ہماری سمجھ اور اس تشریح پر ہے جو ہمارے دماغ کے لئے خاص ہے۔

"درحقیقت کائنات میں کوئی روشنی کا وجود نہیں جیسی کہ دیکھی اور بیان کی جاتی ہے، کسی آواز کا جیسی کہ سنی جاتی ہے اور کسی حرارت کا جیسا ادراک ہوتا ہے کوئی وجود نہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہمارے حسی اعضاء بیرونی دُنیا اور دماغ سے تعلق استوار کرنے میں ہمیں دھوکہ دیتے ہیں۔"

(پروفیسر ڈاکٹر علی ڈیمر ساے، ایورین کونگ لاری چلڈرن آف دی یونیورس صفحہ 3-4)

برٹینڈ رسل بیرونی دُنیا اور ہمارے دماغوں میں بنی دُنیا میں فرق کو اپنی کتاب 'Pilosophical Matters' میں ایک نابینا آدمی سے واضح کرتے ہیں۔ آپ ہمیشہ ایک نابینا کو بتا سکتے ہیں کہ روشنی لہروں میں حرکت کا نام ہے، شاید اس کا تصور وہ کر سکے کیونکہ بینائی سے محروم لوگ چھو کر اپنے آپ کی واضح سمت کا تعین کرتے ہیں۔ لیکن ایک نابینا آدمی ہماری اس تعریف سے روشنی کے بارے میں جو سمجھے گا، وہ اس کی اصلیت سے بالکل مختلف ہے۔ ایک نابینا کو روشنی کی تعریف یا وضاحت کبھی نہیں بتائی جا سکتی۔ روشنی کی لہروں میں حرکت جیسی وضاحت اس روشنی سے بالکل مختلف ہے جو ہم دیکھتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا ناممکن ہے کہ دماغ میں بننے والے عکس کا منبع روشنی ہے۔ ہم جو کہنا چاہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ جو ہم دیکھتے ہیں وہ ضروری نہیں کہ بیرونی دُنیا میں دیکھے جانے والے مادے کو منتقل کرے۔

یہی طرزِ عمل دوسرے حواس کے لئے بھی سچ ہے۔ آیئے ایک دوسری مثال لیتے ہیں۔

"خوبصورت ترین ساز بھی صوتی لہروں کا مجموعہ ہے جو ہمارے اندرونی کان میں گونجتے ہیں۔ تمام احساسات بیرونی دُنیا سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہاں سے جاری نہیں ہوتے بلکہ ہماری مخصوص حسی ادراک کے طور پر پائے جاتے ہیں۔"

(بیلم وی ٹیکنک (سائنس اور ٹیکنالوجی) اگست 1988)

درحقیقت جو چیز بیرونی دُنیا میں پائی جانے والی صوتی لہروں کو ساز میں تبدیل کرتی ہے وہ ہمارا دماغ ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ بیرونی دُنیا میں موسیقی کا دراصل کوئی وجود نہیں لیکن ہم اپنے دماغ کی وجہ سے اسے محسوس کرتے ہیں۔

ہم رنگوں کے ادراک کے بارے میں اسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔ مختلف رنگوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے، دراصل روشنی کی مختلف طول کی موجیں ہماری آنکھوں تک پہنچتی ہیں پھر یہ ہمارا دماغ ہی ہے جو ان موجوں کے طول کو رنگوں میں بدل دیتا ہے۔ مثلاً ایک سیب ہمیں لال اس لئے نظر آتا ہے کہ روشنی کی موج کا طول جو سیب سے منعکس ہو کر

دماغ کو پہنچ رہا ہے یہ اس کا ادراک ہے۔ اس کا مطلب ہے سیب اصل میں سرخ نہیں، آسمان نیلا نہیں اور درخت سبز نہیں یہ ہمارے ادراک کی وجہ سے ایسے نظر آتے ہیں۔

مشہور سائنس میگزین 'La Recherché' اس موضوع کے بارے میں یوں کہتا ہے:۔

"روشنی میں کوئی چیز سُرخ یا نیلی نام کی نہیں۔ طبعی طور پر ہم رنگوں کے وجود کے بارے میں بات نہیں کر سکتے۔ یہ صرف نفسیاتی ادراک ہے۔" (جنوری 1981)

جانور مختلف طرح سے دیکھتے ہیں

مزید برآں یہ معلوم ہے کہ جانور چیزوں کو مختلف رنگوں اور نمونوں میں دیکھتے ہیں۔ یہ ایک اور مثال ہے جو ثابت کرتی ہے کہ بصارت محسوس کرنے والے پر منحصر ہے۔

گھوڑوں کے لئے آسمان نیلا نہیں بلکہ گرے ہے۔ شہد کی مکھیاں انسانوں کے برعکس، الٹراوائلٹ رنگوں کا ادراک کرسکتی ہیں۔ اس طرح وہ بہت سے دوسرے رنگ دیکھ سکتی ہیں۔ مگرمچھ اور چوہوں کے لئے ہر چیز بلیک اینڈ وائٹ ہے۔ گائے اور بھینسے ایسی دُنیا میں رہتے ہیں جہاں سُرخ رنگ کا وجود ہی نہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ جانور چیزوں کی مختلف شکل دیکھتے ہیں۔

اس صورت میں سوال "کون صحیح ہے" دماغ میں آتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہمارے پاس یہ کہنے کی کوئی بنیاد نہیں کہ صرف انسان ہی چیزوں کو صحیح طرز پر دیکھتے ہیں۔

ہمارے دماغ میں بنی کائنات میں رہنا

جب ہم کہتے ہیں کسی چیز کا وجود ہے تو وہ ہمارا اس چیز کو دیکھنا، چھونا اور سننا ہے۔ حالانکہ یہ احساسات چیز سے تعلق نہیں رکھتے کیونکہ یہ وہ خوبیاں ہیں جو ہمارے دماغ نے اس چیز کو عطا کی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے پانچ حواس سے آنے والے احساسات جیسے گرمی یا درد کو محسوس کرنا "بیرونی دُنیا" کا حصہ نہیں بلکہ یہ سب ہمارے دماغ میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔

اس طرح چونکہ بیرونی دُنیا جس کی ہم بات کر رہے ہیں وہ صرف ان حواس کا مجموعہ ہے۔ اس بیرونی دُنیا کا دماغ کے بغیر وجود نہیں۔ اگر ہم ایک پھل کی تمام خصوصیات جیسے شکل، خوشبو یا ذائقہ ختم کر دیں تو یہ پھل ہمارے لئے بے معنی ہوگا۔ بغیر ذائقے، خوشبو، سختی یا رنگ کے ایک پھل پھر پھل نہ کہلائے گا۔

جس دُنیا سے ہم آگاہ ہیں وہ دراصل ہمارے دماغوں میں ایک دُنیا ہے جہاں وہ تشکیل پاتی ہے۔ آواز اور رنگ دی گئی یا حقیقتاً تخلیق کی گئی صرف ایک دُنیا جس کا ہمیں یقین ہے وہ یہی ہے۔

مختصراً ہم اپنے دماغوں میں بنی دُنیا میں رہتے ہیں جہاں سے ہم ایک قدم آگے نہیں جا سکتے اور ہم سوچ کی غلط فہمی میں ہیں کہ یہی اصل بیرونی دُنیا ہے۔ یہ کسی فلسفے کی مختلف طرز سے وضاحت نہیں ہے بلکہ یہ سائنس کی صاف شہادت ہے۔

کیا درحقیقت بیرونی دُنیا کا وجود ہے؟

سائنس کے ارتقاء میں پیدا ہونے والی بے یقینی کی صرف بیرونی دنیا کی خصوصیات پر ہی نگاہ نہیں۔ جب کہ نئی سائنسی دریافتیں ہماری محسوسات میں یقین کو مشکوک بنا رہی ہیں، اس کے ساتھ یہ ہمارے ذہن میں ایک عجیب وغریب سوال لاتی ہیں "کیا بیرونی دُنیا کا درحقیقت وجود ہے؟"

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ کیا چیز آپ کو بیرونی دُنیا میں یقین ہونے پر آمادہ کرتی ہے۔ آپ کا کسی چیز کو دیکھنا، سننا یا چھونا ہی آپ کے لئے اس کے وجود میں یقین کرنے کو کافی ہے۔ تاہم یہ ایک عقیدہ ہے جو آپ نے عادتاً حاصل کیا ہے اور عادتاً اپنے اندر سمایا ہے جو سائنس اور منطق کے برعکس ہے۔

جہاں تک چھونے کی حس کا تعلق ہے، جب ہم اپنی انگلیوں سے میز کو دباتے ہیں تو ہماری انگلیوں کے پوروں پر میز کے الیکٹران اور پروٹان کے قریب آ جانے سے برقی خلل پیدا ہوتا ہے یہ ماڈرن طبیعات کے نظریے کے مطابق ہے۔ اگر ہماری انگلیوں کے پوروں پر یہی خلل کسی اور طرح پیدا ہو تو بغیر میز کے ہی ہمیں ایسے احساسات ہوں گے۔
(برٹینڈ رسل، دی اے بی سی آف ریلیٹویٹی، جارج ایلن اینڈ ایون لمیٹڈ، 1958ء 129-130)

ہم یہاں جو بیان کرنا چاہ رہے ہیں وہ یہ کہ آدمی کو دیکھنے، چھونے اور آواز کے احساسات بغیر کسی چیز کی موجودگی کے ہو سکتے ہیں۔ ہمارے دماغ جو مصنوعی تحریکات وصول کرتے ہیں ان ہی کی بدولت اصل دُنیا جیسی دُنیا بنا سکتے ہیں۔

آپ ایک پیچیدہ ریکارڈر کو تصور میں لائیں جس میں مختلف برقی اشارے ڈال دیے گئے۔ آیئے پہلے اس ریکارڈر میں ماحول کی تمام تفصیلات جیسے شکل، بو، آواز اور ہمارے اجسام ریکارڈ کریں۔ پھر ان برقی اشاروں کو دماغ کے متعلقہ حصوں میں بھیجیں

چونکہ تمام حواس جیسے دیکھنا، چھونا وغیرہ دماغ میں ان برقی اشاروں سے وقوع پذیر ہوتے ہیں جو اس بیرونی دُنیا سے تحریک پاتے ہیں، اس ویڈیو سسٹم کو آن کر کے ہم اپنی سوچ میں دھوکا کھا جائیں گے جیسے ہم حقیقتاً اس ماحول میں ہوں۔

دماغی سرجری میں جب بصارتی یادداشت کے مرکز کو چھوا جائے تو مریض اپنے دوستوں کی مختلف شکلیں اور نظارے دیکھتے ہیں اور جب دماغ کے متعلقہ حصّوں کو چھوا جائے تو وہ مختلف ذائقے تجربہ کرتے ہیں اور با آواز بلند ہنسنے لگتے ہیں۔اس لئے ہمیں اپنے دماغوں میں دُنیا ہونے کے لئے اصل بیرونی دُنیا کی ضرورت نہیں بلکہ حقیقی یا مصنوعی تحاریک چاہئیں۔

خواب ہمارے دماغوں میں دُنیا

ہمارے دماغ کی تخلیق کردہ مصنوعی دُنیا کی ایک اور شاندار مثال ہمارے خواب ہیں۔ اپنے خوابوں میں دُنیا کی زندگی، جس میں ہم رہتے ہیں اکثر انتہائی اصلی ہوتی ہے۔

ایک شخص یہ خواب دیکھتے ہوئے کہ ایک اجنبی اس کا پیچھا کر رہا ہے سڑک پر دوڑتے ہوئے پسینے میں شرابور ہو جاتا ہے۔ وہ اتنا پر جوش ہو جاتا ہے کہ اُسے دل کا دورہ پڑ سکتا ہے۔ جب یہ سب عمل وقوع پذیر ہوتے ہیں اس وقت دراصل کسی اجنبی اور اس کے اپنے جسم کا وجود نہیں ہوتا۔

مختصراً، خواب اصل حقیقت کی واضح مثال ہے جہاں ایک شخص حقیقی ماحول میں وجود تصور کرتا ہے۔

اگر آپ ابھی حالتِ خواب میں ہوں تو کیسا؟ یہ ایک بے تکا سوال ہو سکتا ہے لیکن ایک منٹ کے لئے تصور کریں کہ کوئی شخص آپ کو بتائے کہ آپ اس وقت جو کچھ محسوس کر رہے ہیں وہ خواب ہے اور تمام چیزیں جو آپ کے گرد ہو رہی ہیں وہ صرف آپ کے دماغ کے اندر ہیں آپ کا جواب کیا ہوگا؟ آپ کے اندر خیال آتا ہے کہ کوئی شہادت نہیں جو اشارہ دیتی ہو کہ آپ خواب دیکھ رہے ہیں۔ ہر چیز صاف، معقول اور اصلی لگتی ہے ۔کوئی چیز نہیں جس سے آپ کو شبہ ہو۔ نتیجتاً آپ خواب میں نہیں ہیں لیکن کیا وہ طریقہ جس سے آپ نے خواب اور حقیقت میں فرق کا اندازہ لگایا ہے اس کا انحصار ان خصوصیات پر ہے؟ یا اس وجہ سے ہے کہ عکس اتنے حقیقی اور واقعات کے تسلسل کا حصہ محسوس ہوتے ہیں۔

خبردار! آپ نے خوابوں اور حقیقت میں فرق کرنے کے لئے جو طریقہ استعمال کیا ہے وہ سائنسی معلوم نہیں ہوتا۔ جب آپ خواب دیکھ رہے ہوں آپ نہیں سمجھ سکتے کہ آپ خواب میں ہیں یا نہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ خوابوں کو حقارت سے دیکھیں۔ آپ کی

کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں، جس کا اصل میں وجود ہی نہیں اور ایک اصل کار حاصل کرنا چاہتے ہیں جب آپ کی آنکھ کھلتی ہے تو خواب اور "زندگی" جو آپ کے خیال میں اصلی تھے ایک ہی خصوصیات رکھتے ہیں کیونکہ دونوں آپ کے دماغ میں محسوس ہوئے۔

جب آپ خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں تو واقعات آپ کے قابو سے باہر ہوتے ہیں۔ آپ کو اس بات کا موقع نہیں دیا جاتا کہ جگہ، وقت اور خواب کے منظر کا چناؤ کر سکیں۔

اچانک سوئے ہوئے آپ اپنے آپ کو کوئی معرکہ مارتے دیکھتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ آپ اپنے گردان واقعات کو اجنبی نہیں سمجھتے حالانکہ یہ عام عقل تسلیم نہیں کرے گی اور فطرت کے قوانین کے بھی خلاف ہیں۔

قرین قیاس ہے کہ آپ کے لئے حقیقت کا اظہار ان چیزوں سے ہوتا ہے جو چھوئی اور دیکھی جا سکیں۔ آپ ایک چیز اپنے ہاتھ میں بھی پکڑتے ہیں اور خواب میں بھی دیکھتے ہیں، جہاں نہ آپ کے ہاتھ، نہ آنکھیں اور نہ ہی دیکھی جانے والی چیز ہوتی ہے۔ یہ صورت حال عملاً پُر فریب ہے۔ ایک فلسفی جو اس تصادم پر غور و فکر کرتا ہے یہ کہتا ہے۔

"چونکہ جب ہم خواب دیکھتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ ہم خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ صرف بعد میں جاگنے کے بعد ہوتا ہے کہ ہم اپنے خواب کو خواب جانتے ہیں۔ ہم یہ دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں کہ ہمارے موجودہ تجربات خواب والوں سے زیادہ بھروسے کے قابل ہیں؟ یہ حقیقت کہ یہ تجربات حقیقت کے احساس سے وابستہ ہیں، انہیں زیادہ بھروسے کے قابل نہیں بناتی کیونکہ ہمیں خواب میں بھی یہی احساس ہوتا ہے، ہم اس امکان کو مکمل طور پر خارج نہیں کر سکتے کہ دوسرے تجربات یہ ثابت کریں ہے کہ ہم اس وقت بھی خواب میں ہیں۔"

(Hans Reichenbach, The Rise of Scientific Philosophy, University of California Press, 1973, P. 29)

ڈیکارٹس نے بھی اسی طرح کا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔

"اپنے خوابوں میں اپنے آپ کو مختلف جگہوں پر جاتے دیکھتا ہوں۔ جب میں

جاگتا ہوں تو جانتا ہوں کہ میں کہیں نہیں گیا اور اپنے آپ کو اپنے بستر پر لیٹا پاتا ہوں۔ کون مجھے یقین دلا سکتا ہے کہ میں اس وقت خواب نہیں دیکھ رہا یا یہ کہ میری پوری زندگی خواب نہیں ہے؟ ان وجوہات کی بنا پر دُنیا کی حقیقت جس میں میں رہتا ہوں مکمل طور پر غیر معتبر تصور ہے۔"

{Macit Gokberk Felsefe Tarihi (History of Philosophy P. 263)}

پھر حقیقی زندگی اور خوابوں میں کیا فرق ہے؟ کیا یہ حقیقت ہے کہ اصل زندگی غیر منقطع، مسلسل قسم کی ہے یا یہ وجہ ہے کہ خوابوں میں مختلف قسم کا توجیہی عمل کار فرما ہے۔ یہ اصولاً اہم اختلافات نہیں ہیں کیونکہ دونوں قسم کی زندگی کے تجربات دماغ میں ہوتے ہیں۔

اگر خواب دیکھتے ہوئے ہم اصل زندگی میں رہ سکتے ہیں تو ہم اصل زندگی میں کیوں نہ ہوں جب خواب دیکھ رہے ہوں؟ کوئی معقول وجہ نہیں جو ہمیں یہ سوچنے سے روکے کہ جب ہم خواب سے بیدار ہوتے ہیں تو ہم ایک لمبے خواب میں رہنا شروع کرتے ہیں جسے ہم اصل زندگی کہتے ہیں۔ یہ ہمارا تعصب اور روایتی سوچ کا انداز ہے جو ہمیں اس موضوع کے بارے میں کوئی شک نہ ہونے کی طرف لے جاتا ہے حالانکہ اس کے بارے میں ہمارے پاس کوئی ٹھوس شہادت نہیں ہے۔

مصنوعی نیند سے بنائی ہوئی دُنیا

مصنوعی نیند (Hypnosis) کے زیر اثر اگرچہ مریض گہری نیند میں ہوتا ہے لیکن دوسرے شخص کے حکم پر سنتا، دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ ماہر نومیت باتوں سے کوئی بھی ماحول پیدا کر سکتا ہے اور مریض یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس ماحول میں ہے اور وہ حقیقی ہے۔ جنرل ہسپتال نفسیاتی میگزین (جنوری 1987) میں ایک دس سال کا لڑکا جس کی ٹانگ کار کے حادثے میں ٹوٹ گئی تھی، پر ایک تجربہ کیا گیا جو یوں ہے۔

"مریض سے درخواست کی گئی کہ اپنی آنکھیں بند کر لے اور محسوس کرے جیسے سینما میں ہے۔ آپریشن کے دوران لڑکا سکون سے لیٹا رہا اور اپنا دایاں ہاتھ مسلسل اپنے منہ اور گھٹنے کے درمیان ہلاتا رہا۔ اس دوران ڈاکٹر نے ٹوٹی ہڈی پر کام کیا۔ ہاتھ کی یہ متواتر حرکات کیا تھیں؟ بیدار ہونے کے بعد لڑکے نے بتایا کہ وہ سینما میں پاپ کارن کھا رہا تھا۔"

مصنوعی نیند کے زیر اثر آپ کسی شخص کو اپنی مرضی کی آوازیں سنوا سکتے ہیں۔ اگر ہم اُسے یقین دلا دیں کہ ہماری آواز دیوار میں سے آ رہی ہے تو وہ سوچے گا کہ دیوار بولتی ہے۔ اس سے بڑھ کر ہم کہیں کہ آواز ہمارے ہاتھوں اور کانوں سے آ رہی ہے تو وہ سمجھے گا کہ اعضاء بولتے ہیں۔

مزید برآں مصنوعی نیند میں وقت کا تصور بھی بالکل مختلف ہے۔ ورجینیا یونیورسٹی کے شعبہ نفسیات میں کیا گیا ایک تجربہ قابلِ ذکر ہے۔ یونیورسٹی کی ایک طالبہ کو مصنوعی نیند دلا کر یہ کہا گیا کہ اپنے ہائی سکول کے سالوں میں لوٹ کر اپنے سکول کے ہر کلاس روم میں جاؤ اس کے سکول میں تقریباً بیس کلاس رومز تھے اور اسے حکم دیا گیا کہ ایک ایک کر کے ہر کمرے میں دیکھ کر بتائے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ اس کے پاس یہ کرنے کے لئے صرف آدھا گھنٹہ تھا اور ایک تال ناپ (Metronome) وقت کا اندازہ کر رہا تھا۔ لڑکی کو بتایا گیا تھا کہ (Metronome) ہر منٹ کے بعد ٹک کرے گا تا کہ اُسے پتہ

چلے کہ اسے کام ختم کرنے میں کتنا وقت باقی ہے۔

مصنوعی نیند کے زیرِ اثر لڑکی نے اپنے وقت کا اچھے طریقے سے انتظام کیا اور دیے گئے وقت میں توقع کے مطابق کام پورا کر لیا۔ حالانکہ (Metronome) ہر منٹ کے بجائے ہر سیکنڈ کے بعد ٹِک کر رہا تھا۔ دوسرے الفاظ میں آلے نے کل تیس سیکنڈ کام کیا نہ کہ آدھا گھنٹہ۔

تیس سیکنڈ کے بعد آلے کو بند کر دیا گیا اور پروفیسر نے لڑکی کو بیدار کیا اور اس سے پوچھا کہ اپنے تجربے سے اُسے کیا یاد رہا۔ اس کے لاشعور نے حکم کے مطابق کام کیا تھا۔ اس نے ہر کمرے میں جو دیکھا تھا اس کی تفصیل دہرانے کے قابل تھی۔

جب اُسے معلوم ہوا کہ سارا تجربہ آدھ گھنٹے کے بجائے تیس سیکنڈ میں ہو گیا تو وہ بہت حیران ہوئی۔

یہ مثال بتاتی ہے کہ مصنوعی نیند کے ذریعے کس طرح پُرفریب دُنیا تخلیق کی جا سکتی ہے اس حد تک کہ اگر کسی انسان کے صرف دماغ کو زندہ رکھا جائے تو اسے مصنوعی نیند کے ذریعے جسم اور چہرہ دیا جا سکتا ہے۔ اور ہم اُسے ایسی ہی زندگی میں رہتا ہوا بنا سکتے ہیں جیسی میں ہم رہ رہے ہیں۔

ہولوگرام: تین رُخے خواب

انسانی دماغ اس قابلیت کے علاوہ کہ وہ اصل جگہیں تخلیق کر لیتا ہے، جدید ٹیکنالوجی ہمیں ایسے ہتھیار مہیا کرتی ہے جس سے تین رُخی اصلی دُنیا بنائی جا سکے۔ فوٹو گرافی کی تین رُخی تکنیک جس کا ماحصل ہولوگرام کہلاتا ہے، یہ لیزر شعاعوں کے ذریعے پیدا کیا جاتا ہے۔

ہولوگرام کے ذریعے بنائے ہوئے عکس خلا میں ٹکے ہوتے ہیں اور اس عکس کو تمام زاویوں سے دیکھنا ممکن ہوتا ہے۔ آجکل ہولوگرام روزمرہ زندگی کی سرگرمیوں میں عموماً استعمال ہوتے ہیں جیسے قیمتی زیور کی نمائش یا تھیٹر کی آرائش کی نمائش وغیرہ کے لئے۔ جب تک اسے چھوا نہ جائے، ہولوگرام کو اصل سے فرق کرنا ناممکن ہے۔

یہ تمام مثالیں ایک خاص حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں "دماغ یہ تمیز نہیں کر سکتا کہ نقطہ تحریک اصل یا نقل ذریعے سے ہے۔"

دوسرے الفاظ میں یہ حقیقت کہ کسی مادے کو دیکھنا، چھونا یا سونگھنا یہ مطلب نہیں رکھتا کہ یہ واقعی وجود رکھتا ہے۔ خواب میں، مصنوعی نیند کے زیرِ اثر یا جب ہمارے اعصاب مصنوعی طور پر متحرک کئے جاتے ہیں، ہمیں اس صورتِ حال کی اصلیت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ تاہم یہ صورتِ حال جسے ہم اصل سمجھتے ہیں ضرور دماغ میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔

مختصراً ہمارا دماغ یا زیادہ صحیح لفظوں میں ہمارا ذہن ہمیں ایک دُنیا پیش کرتا ہے۔ ہمارے لئے اس دُنیا کے وجود کی اصلیت کے بارے میں کوئی نظریہ حاصل کرنا ناممکن ہے۔

پھر ہم اس دُنیا کے وجود کے بارے میں جس میں ہم رہتے ہیں اور اسے اصل تصور کرتے ہیں کیسے پر یقین ہو سکتے ہیں؟ اگرچہ اصل دُنیا کے وجود کے بارے میں کوئی سائنسی اور معقول تائید نہیں ہے۔ ہم اس میں کیوں یقین رکھتے ہیں، اس کا انحصار ہمارے روایتی سوچ کے انداز اور پیدائش سے لے کر ہمارا علم حاصل کرنے اور دُنیا کے بارے میں ادراک پر ہے۔ ہم اس حقیقت کو صاف دیکھ سکتے ہیں جب ہم اپنا ذہن صاف کریں اور تعصب سے پیدا کردہ بندشوں کے بغیر سوچیں۔

مادے کی اصل ماہیت

طب سے لے کر طبیعات اور سائنس کی بہت سی دوسری شاخوں میں حالیہ ترقی نے بیرونی دُنیا کی حقیقت کے بارے میں شدید شبہات آشکار کیے ہیں۔ سائنس دان اور علم الفلکیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ کائنات کی اصل ماہیت مادہ نہیں ہے بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک کمال درجے کا نظم کارفرما ہے۔ مثلاً آئن سٹائن کہتا ہے "میں جب کائنات کا نظام دیکھتا ہوں تو حیرت زدہ ہو جاتا ہوں۔" دوسری طرف ماہر علم الفلکیات آرتھر ایڈینگٹن یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ کائنات کا بنیادی سیمنٹ فکر ہے۔ جیمز جینز جو ایک اور ماہر الفلکیات ہے، اوپر کے نظریات سے متفق ہے اور کہتا ہے کہ کائنات ایک بڑی مشین کے بجائے ایک عظیم خیال کی طرح ہے۔ پچھلی صدی میں ہونے والی جدید ترقی نے دُنیا کی اصلیت اور مادے کے حقیقی وجود کے بارے میں کچھ نظریات کو ختم کر دیا ہے اور اسے ایک بالکل نئے نظریے سے بدل دیا ہے۔

مادے کی اصلیت کے بارے میں ایک بہت اہم مطالعہ آئن سٹائن کا نظریۂ اضافت ہے۔ آئن سٹائن اپنے مشہور فارمولے $E = MC^2$ کے ساتھ یہ زور دیتا ہے کہ مادہ توانائی کی ایک قسم ہے۔ دوسرے الفاظ میں مادے کی بنیادی اکائی توانائی ہے جو کوئی جگہ نہیں لیتا اور نہ ہی اس کا حجم اور Mass ہے۔ اس صورت میں یہ کہنا کہ مادے کا حجم یا کثافت ہے ناممکن ہے اور اس کا اس طرح کا وجود ہے جس طرح ہم اس کا ادراک کرتے ہیں۔

"نظریۂ اضافت سے پہلے سائنس دان کائنات میں دو علیحدہ نظریات مادہ اور توانائی کے وجود کو تسلیم کرتے تھے۔ مادہ کے بارے میں یہ نظریہ تھا کہ یہ حجم اور Mass رکھتا ہے اور توانائی کو لہردار، مخفی تصور کیا جاتا تھا جس میں Mass کی کمی تھی۔ البرٹ آئن سٹائن نے آشکار کیا کہ یہ دونوں تصورات ایک ہی ہیں اور اس نے یہ ثابت کیا کہ جسے ہم مادہ سمجھتے ہیں در حقیقت وہ توانائی ہے۔ دوسرے الفاظ میں مادہ، توانائی اور توانائی، مادہ ہے۔"

(Ali Demirsoy, Evrenve Cocuklari (Universe and its Children) P. 18)

ایک اور ترقی جس نے مادے کی روایتی توضیح کو باطل کر دیا، کوانٹم فزکس ہے۔ اٹیمی تحقیق کے دوران اس چیز کا مشاہدہ کیا گیا کہ ایٹم کا گہرا تجزیہ کرنے پر ایٹم کی مختلف نوعیت سامنے آئی۔ یہ اس لیے کہ ایٹم کا بنیادی حصہ "کوارکس" مادہ نہیں بلکہ توانائی ہے۔ ان ذرات کو مادہ قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ ان کا حجم اور کثافت نہیں ہے اور یہ کوئی جگہ نہیں گھیرتے۔ مثال کے طور پر فوٹونز بھی "کوارکس" ہی ہیں۔ اس صورت میں ایٹم جو کہ ان ذرات سے مل کر بنا ہے مادہ نہیں کہلا سکتا۔

کائنات میں پایا جانے والا تمام مادہ چاہے وہ گیس کی حالت میں ہو یا مائع کی حالت میں، مختلف لہروں سے بنا ہے۔ ہم لہروں کے سمندر میں رہتے ہیں اور توانائی کے مختلف درجوں کا ادراک حواس کی صورت میں کرتے ہیں۔

(Ali Demirsoy, Evren Ve Cocuklari (Universe and its Children) P. 6)

بلم وی ٹیکنک رسالے کا مصنف Aydin Aritan یہ کہتا ہے۔

"کائنات بھی ارتعاش رکھنے والی مختلف Frequency کی لہروں سے مل کر بنی ہے۔ کوانٹم فزکس ہمیں بتاتی ہے کہ یہ ارتعاش اس جسامت اور مادے کو ترتیب دیتا ہے جس کا ہم ادراک کرتے ہیں۔ تاہم ہم بیرونی دنیا کا ادراک لہروں کی صورت میں نہیں بلکہ مادے کی تصویروں کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس صورت میں بیرونی دنیا اور اس کے سارے احساسات محض غلط گمان کی طرح ہیں جیسا کہ ایک مرتبہ 'برکلے' نے کہا تھا۔"

"آئن سٹائن کے نظریہ اضافت کے مطابق دنیا خود مختار، ناقابل تجزیہ موجودات سے بنے ڈھانچے کے طور پر نمودار نہیں ہوتی بلکہ عناصر کے مابین تعلقات کے جال کے طور پر، جن کا مقصد ان کے "کل" سے تعلق سے وجود میں آتا ہے۔ اسی طرح کوانٹم میکانیات ان نظریات کی طرف دلالت کرتی ہیں کہ طبعی حقیقت لازماً غیر ثباتی ہے اور یہ

کہ صرف نسبتیں حقیقی ہیں۔ مشرقی صوفی یہ جانتے تھے۔ وہ اشیاء کی مفارقت کو 'مایا' کہتے تھے۔ ہماری مطلق ذہانت سے پیدا ہونے والا فریب خیال۔"

(نیوز ویک اگست 13 , 1979 صفحہ 46)

جیسا کہ ابھی دیکھا گیا، بیرونی دُنیا، جیسا کہ اسے عموماً نام دیا جاتا ہے، لہروں کے ایک سمندر کے علاوہ کچھ نہیں جس کا نہ Mass ہے نہ حجم اور نہ مقام۔

پھر ہم اس کو باقاعدہ تصویروں کے طور پر کیوں محسوس کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ذہن کی پیدا کردہ دُنیا میں رہتے ہیں۔ رنگ، آواز، Mass، مضبوطی، شکل اور تمام خصوصیات اصل میں ذہن کے تخلیق شدہ تصورات ہیں اور 'بیرونی دُنیا' میں ان کا دراصل کوئی وجود نہیں Aydin Aritan اس تصور کو یوں بیان کرتا ہے

"بیرونی دُنیا کا ادراک مادے کی شکلوں اور تصویروں کی صورت میں کرتے ہیں کیونکہ ہمارا دماغ اور حواس اس طریقے پر ترتیب دیے گئے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیرونی دُنیا حقیقت میں یہ خصوصیات رکھتی ہیں۔"

"اگر ہم کائنات کو اپنے حواس کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کریں تو ہم سچائی تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر ہم اپنے حواس کے علاوہ کسی اور طریقے سے جاننا چاہیں تو ہمیں ایسی قوت سے واسطہ پڑتا ہے جو ریاضیاتی فارمولوں سے عاری ہے۔"

(Ali Demirsoy, Evren Ve Cocuklari (Universe and its Children) P. 7)

'Karl Pilgram' نامی ماہر امراض اعصاب جو بیرونی دُنیا کے وجود کے بارے میں تحقیقات کے لئے جانے جاتے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ بیرونی دُنیا محض ہولوگرام ہے جو دماغ سے ڈی کوڈ ہوئی لہروں سے بنا ہے۔

'Minnesota' میں منعقد ہونے والے ایک سمپوزیم میں Pilgram نے بتایا کہ جواب شاید جیسٹالٹ سائیکولوجی میں پنہاں ہو۔ دوسرے الفاظ میں محسوس ہونے والے مادے، ادراک کرنے والے شعور کے مطابق حقیقت حاصل کر لیتے ہیں۔ شاید

تمام دُنیا ہولوگرام کے سوا کچھ نہ ہو۔ کیا اس سے پرے بیٹھے ناظرین ہولوگرام ہیں؟ کیا یہ اس کے دماغ اور دوسروں کے دماغ سے ڈی کوڈ ہوئی frequencies ہیں؟ اگر حقیقت کی نوع ہولوگرافک مادہ ہے تو پھر دُنیا مشرقی فلسفوں کے بیان کی طرح غلط تصور ہے۔"

(Gunes The Sun,) September 9, 1990)

آخر کار ہم اپنے ذہن کو تعصبات سے آزاد کرتے ہیں۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ حقیقی دُنیا کے وجود کو ثابت کرنے کی کوئی ٹھوس شہادت موجود نہیں۔ اس موقع پر مندرجہ ذیل سوال سب سے پہلے ذہن میں آتا ہے۔

"اگر بیرونی دُنیا نہیں ہے تو ہمیں نظر آنے والی شبیہوں کا ذریعہ کیا ہے؟ ہم کیسے یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم اصل اور حقیقی دُنیا میں رہ رہے ہیں؟ ان سوالات کا جواب دینے سے پہلے آیئے حالیہ ٹیکنالوجی کی ترقی کو دیکھتے ہیں جو ہمیں اس موضوع کو بہتر سمجھنے میں مدد دے گی۔

سیمولیٹر: مصنوعی حقیقت

خاص طریقہ کار جو تلبیس (Simulation) کہلاتا ہے، کمپیوٹر کی مدد سے مصنوعی حقیقی دُنیا بناتا ہے۔ سکرین کے ساتھ ایک ہیلمٹ آپ کو تین رُخا عکس فراہم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ منسلک پانچ حواس کو جوش دلا کر دماغ کو یہ باور کراتا ہے کہ وہ اصل دُنیا کا تجربہ کر رہا ہے۔

ایک کمپیوٹر جو جدید ترین تلبیس اور ماڈلنگ ٹیکنالوجی سے لیس ہے اور جو انسان کے تقریباً تمام حواس کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے دماغ کو تفریح مہیا کرتا ہے۔ یہ کیسے ہوتا ہے اور اس کے کیا مقاصد ہیں؟

یہ عکس بندی کی جدید اقسام کو کام میں لانے سے ہوتا ہے جن سے ہم تین رُخی اصل حقیقی کھیلوں کی وجہ سے واقف ہیں۔ ایف سولہ طیاروں کے ہوابازوں کو تربیت دینے کے لئے، LCD ماسک یا ہیلمٹ ایجاد کئے گئے ہیں جو ہواباز کو جہاز کی تین رُخی تصویر دکھاتے ہیں۔ اس طرح کہ جب وہ اپنا سر اوپر، نیچے ہلاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو جہاز کے اندر محسوس کرتا ہے۔ ایک مکمل صوتی نظام اور ایک کرسی جو LCD ہیلمٹ سے پیش ہونے والے عمل کے ساتھ حساس طریقے سے حرکت کرتی ہے، تربیت لینے والا ہواباز پرواز کے تمام جوش اور احساسات کا تجربہ کر سکتا ہے۔

اس مثال سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ تحریکی اثرات آسانی سے ایک اصل دُنیا بنا سکتے ہیں۔

پھر کون ہے جو دیکھتا ہے؟

کیا بیرونی دُنیا کا واقعی وجود ہے یا ہم اسے اپنے دماغ میں بنا رہے ہیں۔ یہ ایک قائم شدہ حقیقت ہے کہ ہمارے پانچ حواس ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ حواس دماغ کو اعصابی نظام کے ذریعے پہنچتے ہیں اور دماغ اس Processed data کو محفوظ کر لیتا ہے۔ لیکن کیا اور کون اس data کو زندہ رکھتا ہے اور حسی تحریک کو منظم کرتا ہے اور اسے ایک شعوری نظام میں تبدیل کرتا ہے۔ جسے بیرونی دُنیا کے ادراک کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔

(Gilisim Bilim Ve Teknik Ansiklopedisi (Encyclopedia Gelisim of Science and Technique) P. 1216)

بلاشبہ جس دُنیا میں ہم رہتے ہیں وہ دماغ میں بنی ہے تاہم یہاں ایک بڑا سوال اُٹھتا ہے۔ اگر تمام چیزیں جنہیں ہم دیکھتے ہیں اور ان میں رہتے ہیں ان کا خوابوں کی طرح کوئی مادی وجود نہیں تو یہ شبیہیں کیونکر پیدا ہوتی ہیں۔

بعض دفعہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تصویریں دماغ کا ایسا عمل ہے جو ابھی تک حل نہیں ہوا۔ اس صورت میں خواب، یادداشت کے ذریعے ایک نامعلوم طریقے سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ درحقیقت جب یہ سوال پوچھا جاتا ہے۔ "دماغ کو یہ شبیہیں کون دکھاتا ہے؟" تو بغیر دلیل کے یہ کہہ دیا جاتا ہے "دماغ خود ہی ان کو بناتا ہے۔" اس جگہ ہمیں مسئلے کا ایک اور پہلو لینا ہوگا جس کو اب تک نظر انداز کیے رکھا تھا۔ برٹینڈ رسل کہتا ہے۔

"بے شک اگر مادے کو مجموعی طور پر کچھ واقعات کا مجموعہ قرار دیا جائے تو یہ آنکھ، عصب بصری اور دماغ پر بھی لاگو ہونا چاہیئے۔"

(Bertrand Russell, The ABC of Relativity, Gearge Allen and Unwin Ltd, 1958, P. 129)

دوسرے الفاظ میں دماغ بھی بیرونی دُنیا کا ایک حصہ ہے جو شبیہوں کا مجموعہ گردانا

جاتا ہے جس کا کوئی مقام، حجم اور کثافت کچھ نہیں۔ خواب کے بارے میں ایک مثال ہمارے نقطہ نظر کو واضح کرے گی۔

آیئے یہ فرض کریں کہ ہم اپنے دماغ میں ایک خواب دیکھ رہے ہیں۔ خواب میں ہمارا اصل جسم، آنکھیں اور دماغ ہوگا۔ خواب میں اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ ہم دنیا کہاں دیکھتے ہیں؟ تو ہمارا جواب ہوگا "اپنے دماغ میں۔" اگر وہ شخص مزید یہ پوچھے کہ ہمارا دماغ کہاں ہے اور کیسا لگتا ہے تو ہم اپنا سر پکڑ کر کہیں گے، میرا دماغ میری کھوپڑی میں ہے اور تقریباً ایک کلوگرام وزن رکھتا ہے۔

یہ واضح ہے کہ ہمارے خواب میں اصل سر اور اصل دماغ کے علاوہ کوئی دماغ نہیں جو شبیہوں کو دیکھ رہا ہے وہ خواب میں اصل دماغ نہیں بلکہ اس کے ماورا ایک وجود ہے۔

درحقیقت خواب کے گرد و پیش اور جسے ہم "اصل دنیا" کہتے ہیں دونوں میں کوئی قابلِ ذکر فرق نہیں اس لئے جب ہم یہی سوال اپنی روزمرہ زندگی میں کرتے ہیں تو ایسا ہی جواب دینا زیادہ معقول نہیں۔ جو دیکھتا ہے وہ دماغ سے اس پار ہے اور وہ ایک ایسا وجود ہے جو بالکل مختلف خصوصیات کا حامل ہے۔ یہ وجود ایسا ہے جو محسوس کرتا، چھوتا، دیکھتا، سنتا، خوف رکھتا اور اپنے کو "میں" کہلاتا ہے۔ یہ وجود ہیئت ہے لیکن نہ تو مادہ ہے اور نہ ہی عکس۔ اس کو جسم کا حصہ جو ایک کلو اور تین سو گرام وزن رکھتا ہو، کہنا غیر معقول ہے۔ یہ اس لئے کیونکہ وہ ایٹم جو خلیے بناتے ہیں اُن کے لئے ناممکن ہے کہ ایک مکمل تین رُخی دُنیا تخلیق کر لیں۔ جب دماغ کا گہرا معائنہ کیا جائے تو ہمیں امائنو ایسڈز جیسے طبعی ساخت والے سالموں سے واسطہ پڑتا ہے جو کائنات کے ہر حصے میں عام ہیں۔ دوسرے الفاظ میں دماغ میں کوئی مقام یا ساخت ایسی موجود نہیں جو شبیہیں تخلیق کرتی ہو یا شعور بناتی ہو۔

ظاہر ہے وجود جو محسوس کرتا، دیکھتا، سوچتا ہے اور اپنے کو "میں" کہلاتا ہے، وہ دماغ سے پار ہے مذہب اس وجود کو روح کہتا ہے۔ دوسری طرف بیرونی دُنیا، بالکل ہمارے خوابوں کی طرح، شبیہوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے جو اللہ کی طرف سے ہماری

روح کو پیش کیے جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں انسان کائنات میں نہیں بلکہ کائنات انسان میں ہے۔

بیرونی دُنیا ہمیں اتنی اصلی کیوں نظر آتی ہے اس کی وجہ حواس اور شبیہوں کا کمال ہے۔ ہمارا خالق ہمارے لئے کمال دُنیا تخلیق کرتا ہے۔ جو چیز ہمیں دھوکے میں ڈالتی ہے وہ ان شبیہوں کی تخلیق کا کمال ہے۔ مختصراً ہم کائنات کی تصریح ایسے عکس کے طور پر کر سکتے ہیں جو اتنا مکمل ہے کہ اصل کہلاتا ہے۔

قرآن اس مسئلے کے ساتھ کیسا معاملہ کرتا ہے؟

اب تک ہم نے جو کہا، ہمیں کچھ اہم حقائق کو سمجھنے میں مدد دے گا۔ کائنات کی اصل حیثیت اوپر دی گئی وضاحت سے ظاہر ہوتی ہے اور مادہ پرستانہ سوچ کی فرمانروائی کا خاتمہ کرتی ہے جو ماضی میں اللہ کے وجود اور انسانوں کی وضاحت میں رائج تھی۔

مادہ پرستانہ سوچ اس مفروضے پر مبنی ہے کہ مادہ مطلق وجود رکھتا ہے۔ اب جب کہ ہم جانتے ہیں کہ مادہ مطلق نہیں بلکہ ایسا وجود ہے جو تصورات اور شبیہوں سے مل کر بنا ہے تو قوت، جس کی نسبت غلط طور پر مادہ کی طرف جاتی تھی، کا تعلق اللہ سے ہونا چاہیے جو تمام شبیہوں کا خالق ہے۔ چونکہ مادہ تصورات کا مجموعہ ہے اس لئے جگہ اور مقام جیسے تصورات بھی غیر معقول ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں معیاری سوال "اللہ کہاں ہے" واضح ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں کے مطابق جو قرآنی طرز زندگی اور سوچ سے وابستہ نہیں ہیں، اللہ اوپر آسمان میں، غور سے انہیں دیکھ رہا ہے اور دنیاوی معاملات میں شاذ و نادر دخل انداز ہوتا ہے۔ یہ ذہنیت مادے سے بنی دُنیا کو اللہ سے علیحدہ کر دیتی ہے۔ اللہ کے بارے میں ہم، کچھ مذاہب میں اس ذہنیت پر مبنی ہے۔ یہی ذہنیت جاہلی معاشروں میں بھی عام ہے جن کے ارکان مسلمان ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ حالانکہ جیسا کہ اب تک زور دیا گیا، مادہ محض ایک گمان ہے، یہ اللہ کے مادہ کے مجموعے سے باہر وجود ہونے کا نعم البدل نہیں۔ اللہ ہر جگہ ہے، کوئی چیز اللہ کے وجود سے باہر نہیں ہو سکتی۔ قرآن کی بہت سی آیات اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۚ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ○

"اور یاد کرو جب کہ ہم نے آپ سے فرما دیا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے۔(بنی اسرائیل 60)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ○

"آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔" (النساء 126)

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۚ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ○

"یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔" (حم السجدة 54)

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

"اور مشرق اور مغرب کا مالک اللہ ہی ہے۔ تم جدھر بھی منہ کرو ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کشادگی اور وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔" (البقرۃ 115)

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۚ

"اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی ۔۔۔" (الانعام 3)

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ○

"اسی اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا ساجھی ہے اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب (انداز میں) ٹھہرا دیا ہے۔" (الفرقان 2)

وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○

"۔۔۔ اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس (انسان) کے قریب ہیں۔" (قٓ 16)

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

"وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، چھپے اور کھلے کا جاننے والا مہربان اور رحم کرنے والا وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب زورآور، اور بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا وجود بخشنے والا، صورت بنانے والا، اسی کے لئے (نہایت) اچھے نام ہیں، ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو، اس کی پاکی بیان کرتی ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے۔" (الحشر 22-24)

اسلامی عالم جنہوں نے کائنات کی توضیح میں قرآنی نقطہ نظر اپنایا، صدیوں پہلے یہ ذہن نشین کر لیا تھا کہ کائنات کی ہیئت مادی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ چیزوں کی اصلیت کے بارے میں مفصل بیانات دیے، اسلامی تاریخ کے مفکروں میں سے ایک، امام ربانی اپنے خیالات یوں بیان کرتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف (عادل، رحیم، رازق) آشکار کرنے کے لئے بہت سی اشیاء کا انتخاب کیا۔ یہ موجودات جو اس کی صفات کی مظہر ہیں، ان کا اصل نیستی ہے۔ عظیم الشان اللہ نے اپنی ہر صفت کے لئے کچھ اشیاء کا انتخاب عدمیت کی دنیا میں کیا اور

اُن کی تخلیق حواس اور فریب خیال کے دائرے میں کی اور یہ اس نے جب، جہاں اور جس طرح چاہا کیا۔

کائنات کا وجود حواس اور فریب خیال کے دائرے میں ہے اور بیرونی نہیں ہے۔ اس صورت حال میں، عدمیت میں ایک تسلسل، حواس اور فریب خیال کے دائرے میں نمودار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے قوت اور استحکام حاصل کرتا ہے۔ اس طرح یہ ایک چیز بن جاتا ہے جو زندہ رہتی، علم رکھتی، عمل کرتی، چاہتی، دیکھتی، سنتی اور بولتی ہے۔ بیرونی دُنیا میں اس کی نمائش عکس اور سایے کے نام اور علامت کے طور پر ہوتی ہے در حقیقت باہر کچھ بھی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اوصاف وصفات کے۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی یقینی موجودگی کے آئینہ پر نمودار ہوئے ہیں۔ باہر ان آثار کے سوا کچھ نہیں۔ انہوں نے بیرونی دُنیا میں ایک شبیہ حاصل کر لی ہے۔ یوں لگتے ہیں جیسے یہ درحقیقت وجود رکھتے ہوں۔ صحیح معنوں میں باہر اللہ کے سوائے کچھ نہیں۔ (امام ربانی، مکتوبات ربانی صفحہ 517-519)

ایک اور اسلامی مفکر سید نورسی بھی یہی پیغام دیتے ہیں۔

"مادی دُنیا کی اللہ تعالیٰ کے وجود کی عکاس ہونے کے ناطے ایک باطنی ہیئت ہے۔ یہ اللہ کے حکم سے اصل دُنیا ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ کے ارادے سے یکساں اور مستقل بن جاتی ہے۔ مادی دُنیا نہ تو اصل دُنیا ہے نہ ہی خواب جیسی اور عارضی سایے کی طرح۔ اس کا وجود اللہ کی تخلیق سے ہے۔" (مکتوبات صفحہ 503)

اختتامی طور پر، بیرونی دُنیا ہمارے جسم سمیت ایک شبیہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ہماری روح کو پیش کرتا ہے۔ اس لئے اس کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ کائنات انسان کے اندر ہے اور جو انسان کا احاطہ کئے ہوئے ہے وہ مادہ نہیں بلکہ اللہ ہے۔ یہ حقیقت یوں بیان کی جاتی ہے۔

وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۝

"ہم اس کے دل میں اُٹھنے والے خیالات کو جانتے ہیں اور اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔" (قٓ 16)

قرآن پاک کی بہت سی آیات تخلیق کی ساخت کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتی ہیں۔

اَیُشْرِکُوْنَ مَالَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَo

" کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی کو پیدا نہ کرسکیں اور وہ خود ہی پیدا کیے گئے ہوں۔" (الاعراف 191)

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَo

"اور جن جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔" (النحل 20)

مندرجہ ذیل آیت اللہ کی تخلیق کے تسلسل کے بارے میں ہے اور واضح کرتی ہے کہ کس طرح ہر شے یہ اللہ نے با کمال تخلیق کی ہے۔

اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَمَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَo

" کیا وہ جو مخلوق کی اول دفعہ پیدائش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ کہہ دیجئے اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔" (النمل 64)

کائنات کے مسلسل وجود کا مکمل انحصار اللہ تعالیٰ کے اپنی تخلیق کو جاری رکھنے کے ارادے سے ہے۔ یہ بالکل ٹی وی پروگرام کی طرح ہے جو اس وقت تک دیکھا جا سکتا ہے جب تک ٹی وی چینل سے نشر ہوتا رہے۔

چونکہ اللہ شبیہیں تخلیق کرتا ہے، ہر عمل بھی اسی نے تخلیق کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے جب ہم چلتے ہیں، بھاگتے یا ہنستے ہیں تو ان حرکات سے وابستہ تمام صورتیں صرف اس لئے پیش ہوتی ہیں۔ کیونکہ اللہ ایسا چاہتا ہے۔

قرآن کی کچھ آیات جو اس بحث سے واضح طور پر میل کھاتی ہیں، ذہن میں آتی ہیں۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌo

131

"سوتم نے انہیں قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تا کہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔" (الانفال 17)

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۝

"حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔" (الصّٰفّٰت 96)

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا

"...... بلکہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے....." (الرعد 31)

مختصراً ہر شخص اللہ کے قابو میں ہے اور کوئی واقعہ بروئے کار لایا نہیں جا سکتا۔ مگر اللہ کے ارادے اور کنٹرول سے۔ یہ حقیقت کہ اللہ ہمارے ذہنوں میں شبیہیں خاکوں کی صورت میں متشکل کرتا ہے، چند آیات تک محدود نہیں۔ مزید برآں قرآن ہی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ کچھ واقعات لوگوں کو مختلف انداز سے دکھاتے ہیں۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ، فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ، وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ، اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ۝

"یقیناً تمہارے لئے عبرت کی نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو گتھ گئی تھیں، ایک جماعت تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہی تھی اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا وہ انہیں اپنی آنکھوں سے اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مدد سے قوی کرتا ہے۔ یقیناً اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے" (آل عمران 13)

نیند، خواب، موت اور آخرت

نیند کے بارے میں قرآن میں جو بیان ہوا، اس کی اوپر بیان کردہ موضوع کے اعتبار سے اہمیت ہے۔ قرآن میں نیند کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا ج فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○

"اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں" (الزمر 42)

وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْہِ لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی ج ثُمَّ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

"اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے تاکہ میعادِ معین پوری کر دی جائے پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔" (الانعام 60)

قرآن میں نیند کی حالت کو موت سے نسبت دی گئی ہے۔ نیند اور موت کے درمیان کوئی نمایاں امتیاز نہیں کیا گیا۔ یہ ایک واضح اشارہ ہے کہ سوتے ہوئے جو تجربہ ہوتا ہے وہ موت کے وقت کے تجربے سے کافی مشابہ ہے۔

نیند اور موت میں کیا چیز یکساں ہے اور اس کی اہمیت کس قسم کی ہے؟ نیند میں

انسان کی روح جسم سے نکلتی ہے بلکہ اللہ اسے لیتا ہے۔ خواب میں دوسری طرف، روح نیا جسم حاصل کر لیتی ہے اور بالکل مختلف ماحول کا ادراک کرنے لگتی ہے۔ آیت میں "اٹھا کھڑا کرنے" کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ روح کا واپس اصل جسم میں لوٹنا ہے اور روز مرہ زندگی سے گزرنے کے سلسلے کا جاری رہنا۔

یوں کہا جا سکتا ہے، موت ہماری دنیاوی زندگی کے تجربے کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس عمل کے ذریعے روح نیا جسم حاصل کر لیتی ہے اور اس کے ساتھ بالکل مختلف زندگی شروع کرتی ہے۔ یہ دراصل مذہب کے بارے میں مشکل سے سمجھ میں آنے والے کچھ نظریات واضح کرنے میں بنیادی تصور ہے۔

مثال کے طور پر موت اور بعث بعد الموت اللہ کی طرف سے ہماری روح کو پیش کی جانے والی صورتوں کا محض تبادلہ ہے۔ ہر دن، ہر لمحہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے دنیا پھر سے تخلیق کرتے ہیں اور ہماری روح کو خوبصورتی کی نمائش مسلسل پیش کرتے رہتے ہیں۔ یہی چیز نیند پر بھی لاگو ہوتی ہے نازک شبیہیں جو دن میں تخلیق کی جاتی ہیں وہ رات کو ہمارے خوابوں میں تخلیق کی جاتی ہیں۔ اس طرح اس دنیا سے اگلی دنیا میں ہمارا تبادلہ شاید ایسا ہی آسان ہو جیسے نیند کی کیفیت میں چلے جانا۔ اس دنیا سے متعلق تصویریں دوسری دنیا کی تصویروں میں بدل جاتی ہیں اور موت ایک نقطہ تغیر ہے۔

خواب بھی شبیہیں ہیں جن کا ہماری روح دن کے تجربے کی طرح ادراک کرتی ہے۔ مندرجہ ذیل آیت پہلے اللہ کی انسان سے قربت یاد دلاتی ہے اور پھر وضاحت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کس مقصد کے لئے خواب تخلیق کرتے ہیں۔

وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۚ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ۝

"اور یاد کرو جب کہ ہم نے آپ سے فرما دیا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے۔ جو رؤیا (یعنی رؤیت) ہم نے آپ کو دکھائی تھی وہ لوگوں کے لئے صاف آزمائش ہی تھی" (بنی اسرائیل 60)

چونکہ خواب انسانی روح کو اللہ کی طرف سے دکھائے جاتے ہیں، کچھ اقسام کے خواب ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن سے لوگ ہونے والے واقعات جان لیتے ہوں۔ قرآن میں ایسے خوابوں کی بہت سی مثالیں ہیں جیسے (سورۃ الفتح آیت 27)، حضرت یوسف کے خواب جو وہ اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں دیکھتے ہیں۔

خوابوں پر غور و فکر کرنے ہی سے ایک انسان اوپر بیان کردہ حقائق کو سمجھ سکتا ہے۔ جو لوگ خوابوں کو دماغ کا ایک عمل قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خواب کے دوران وہ دماغ سے کچھ اشارے وصول کرتے ہیں اور یہ کہ یہ اس بات کی شہادت ہے کہ ہر چیز دماغ میں ہوتی ہے لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ علت اور انجام کے باہمی تعلق کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ ہر چیز تخلیق کرتے ہیں۔

اس کا مطلب ہے کہ انسان کا جسم اور روح قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ غم، تکلیف، محبت وغیرہ جیسے جذبات کا دماغ پر اثر انداز ہونا جسم اور روح کے درمیان تعلق کا طبعی نتیجہ ہے لیکن دماغ نہیں بلکہ روح جذبات کو محسوس کرتی ہے۔

وقت کا نظریۂ اضافت

اللہ تعالیٰ جو کہ ہر چیز کا خالق ہے، اسی نے زمان و مکان کو بھی تخلیق کیا ہے۔ اس سے پہلے ان کا کوئی وجود نہ تھا۔ دراصل "پہلے" بھی موجود نہ تھا کیونکہ یہ تصور بھی جدید طبیعات کے مطابق زمان و مکاں میں محدود ہے۔ تاہم اگر دیکھا جائے تو زمان و مکان بھی محض گمان ہیں۔ قرآن کی بہت سی آیات زور دیتی ہیں کہ وقت ایک اضافی تصور ہے۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ○ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ○ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

"اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم زمین میں باعتبار برسوں کی گنتی کے کس قدر رہے؟ وہ کہیں گے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم، گنتی گننے والوں سے پوچھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فی الواقع تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو اے کاش! تم اسے پہلے ہی سے جان لیتے۔" (المومنون 112-114)

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ○ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ○ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ○

"جس دن صور پھونکا جائے گا اور گناہ گاروں کو ہم اس دن (دہشت کی وجہ سے) نیلی پیلی آنکھوں کے ساتھ گھیر لائیں گے۔ وہ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے کہ ہم تو (دنیا میں) صرف دس دن ہی رہے۔ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کی حقیقت سے ہم باخبر ہیں، ان میں سب سے زیادہ اچھی راہ والا کہہ رہا ہوگا کہ تم تو صرف ایک ہی دن رہے۔" (طٰہٰ 102-104)

آیات اشارہ کرتی ہیں کہ آخرت میں یہ دُنیا کی زندگی جو ہمیں سالوں پر محیط نظر آتی ہے، ایک لمحے سے زیادہ گزری ہوئی نہ لگے گی جیسے خوابوں میں اور مصنوعی نیند کے زیر

اثر وقت گزرتا ہے۔ جب سوتے میں ہم خواب دیکھتے ہیں۔ ہم سوچتے ہیں کہ یہ گھنٹوں اور دنوں چلا۔ تاہم سائنسی معلومات بتاتی ہیں کہ یہ چند منٹ بلکہ سیکنڈ ہی رہا۔ اسی طرح جب ہم اس زندگی بھر کی نیند سے جاگیں گے تو اس دُنیا کے وقت کا شمار یا اندازہ بہت تھوڑا محسوس ہوگا۔

عِلّت اورِ انجام : گمراہ کن نسبت

ہماری پیدائش کے وقت سے لے کر ہمیں بتایا گیا کہ کچھ علتوں کو کچھ نتائج سے جوڑنا ہے یہ مادیت پرست ذہنیت کے فکری عمل کا طبعی نتیجہ ہے۔ تاہم قرآن ہمیں زمین پر مختلف قسم کے قانون کے متعلق معلومات دیتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ج وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنًا ج ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ۝

" کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے سایے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا۔ پھر ہم نے آفتاب کو اس پر دلیل بنایا۔" (الفرقان 45)

یہاں اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ سایہ سورج سے الگ تخلیق کیا گیا ہے اور اس کے طبعی نتیجے کے طور پر ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ بھی زور دیا گیا کہ سورج، سایے کی شہادت کے طور پر مہیا کیا گیا ہے۔

سورج اور سایے کی اس آیت میں مثال ظاہر کرتی ہے کہ کوئی واقعہ، وجہ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ علت اور نتیجہ دونوں درحقیقت اللہ نے تخلیق کیے ہیں دوسرے الفاظ میں چیزوں کے وقوع پذیر ہونے کی وجہ وہ کچھ نہیں جو محسوس ہوتی ہے۔ قوت کا مالک اللہ ہے اور اللہ ہر صورت، وقت کے ہر لمحے میں تخلیق کرتا ہے۔

زندگی کا وجود صرف اس لئے ہے کیونکہ اللہ اسے تخلیق کرتا ہے۔ آیت "اللہ ہی وہ ذات ہے جو تمہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے تخلیق کرتا ہے۔" صاف طور پر اس حقیقت کو بیان کرتی ہے۔

جب ہم یاد کرتے ہیں کہ بیرونی دنیا کے ادراک اور خوابوں میں کوئی فرق نہیں تو ہمیں سایے اور سورج کے درمیان تعلق کی بہتر سمجھ آتی ہے۔ کیا خواب میں ہم جو سایہ

دیکھتے ہیں وہ سورج کی وجہ سے بنتا ہے؟ ایک غیر موجود سورج سائے کے وجود کی وجہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس پر مزید یہ کہ بعض اوقات روشن سورج جو ہم اپنے خواب میں دیکھتے ہیں ہماری آنکھوں کو خیرہ کر سکتا ہے۔ ایسے خواب میں چونکہ کوئی اصلی سورج کی روشنی نہیں، چمک کا احساس خاص طور پر علیحدہ تخلیق کیا جاتا ہے۔ یہی منطق اس پھل کے ذائقے کے احساس کے لیے بھی سچ ہے جو ہم کھاتے ہیں یا اپنے خواب میں کسی چیز سے ٹکر کھانے پر جو درد ہم محسوس کرتے ہیں۔

اس کی وجہ کہ ہم فطری واقعات کو علت اور انجام کے طور پر کیوں محسوس کرتے ہیں یہ ہے کیونکہ ان واقعات کی ترتیب بھی اللہ نے تخلیق کی ہے۔

یہ فلم کے فریمز سے مشابہ ہے۔ ہماری زندگی انہی فریموں سے بنی ہے جو ایک ایک کر کے تخلیق کیے گئے ہیں مثلاً پہلے چوکھٹے میں درخت اور دوسرے میں پھل۔ اس کی وجہ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ درخت پھل کی علت ہے کیونکہ یہ واقعات ایک کے بعد ایک کر کے وقوع پذیر ہوتے ہیں تاہم اللہ درخت اور پھل دونوں کو الگ تخلیق کرتا ہے۔

"بے کار نام" : فطرت کے قوانین

ان معلومات کی روشنی میں انسان سوچ سکتا ہے کہ قوانین فطرت دراصل کیا ہیں؟ ایک ایسا ماحول جہاں ہر چیز صورت یا حواس سے بنی ہے، ایک قانون کا کیسے آغاز ہو سکتا ہے؟ کیا پانی میں "اٹھانے کی طاقت" ہو سکتی ہے؟ اس طرح ہوا کی رگڑ کی قوت کو کیسے واضح کیا جا سکتا ہے جب کہ ہوا دراصل خیالی ہے؟

قرآن کی آیات ان قوانین فطرت کی صاف وضاحت کرتی ہیں۔ مجموعی طور پر تسلیم شدہ مادہ پرستانہ نظریے کے برعکس۔

اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ، مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ٥

" کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو تابع فرمان ہو کر فضا میں ہیں؟ جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں، بیشک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ (النحل 79)

رَبُّکُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ ، اِنَّہٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا٥

" تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ وہ تمہارے اوپر بہت ہی مہربان ہے۔"

(بنی اسرائیل 66)

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ، یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ، ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ٥

" بے شک اللہ تعالیٰ دانہ اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے، وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور وہ بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ہے سو تم کہاں اُلٹے چلے جا رہے ہو؟" (الانعام 96)

جن چیزوں کو ہم قوانین فطرت کہتے ہیں وہ اللہ کے پیہم تخلیق کے نمونے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ بیج کی صورت، علت کے طور پر پھول کی صورت تخلیق کرنے سے پہلے تخلیق کرتا ہے۔ پھول کی شبیہہ بیج سے پہلے کبھی نہیں تخلیق کی جاتی۔ اگرچہ اللہ ہی علت اور نتائج کا خالق ہے، تخلیق شدہ نتائج ہمیشہ کچھ وجوہات سے بندھے ہوتے ہیں۔

آخرکار قانونِ فطرت اس پیہم تخلیقی عمل کو دیا گیا نام ہے۔ مثلاً چونکہ بحری جہاز ہمیشہ پانی پر تیرتے ہوئے تخلیق کیے جاتے ہیں، ہم پانی کی چیزوں کو سطح پر رکھنے کی خصوصیت کی بات کرتے ہیں اسی طرح جب ہم پرندوں کو اُڑتا دیکھتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ ہوائی حرکات کی قوت اس کی وجہ ہے تاہم قرآن کی آیات جو بیان کرتی ہیں کہ اللہ پرندوں کو آسمان میں تھامے ہوئے ہے اور تمہارے لئے جہازوں کو تیراتا ہے، یہ حقیقت واضح کرتی ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی طاقت نہیں اور تمام تصویریں اسی طرح تخلیق کی جاتی ہیں۔ اس لئے قوانین فطرت جیسے پانی کی اُٹھان کی قوت اور کششِ ثقل جن کو ہم سمجھتے ہیں کہ وجود رکھتی ہیں دراصل ہمارا تسلسل کے ساتھ اور کمال تخلیق کے مشاہدے کو موسوم کرنا ہے۔

آئن سٹائن اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے۔

"موضوعات جیسے کششِ ثقل، برقی مقناطیسی قوت، توانائی، بجلی اور قوتِ رفتار تمام نظریاتی ڈھانچے ہیں، یہ انسانی ذہن کی بنائی ہوئی مشابہتیں اور علامتیں ہیں تاکہ ہر چیز جو ہم دیکھتے ہیں اس کی تہہ میں بنیادی حقیقت کو واضح کیا جا سکے۔" (Bilim Ve Teknik (Science and Technique) V 212, P.28)

إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ

"تمام تر غلبہ اللہ ہی کے لئے ہے۔" (یونس 65)

قوت اور وقار جس کا مالک اللہ ہے کشش اور توانائی جیسے ناموں سے پکاری جاتی ہیں لمحہ بھر فکر سے یہ باآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ ان ناموں کا دراصل کوئی مطلب نہیں۔

خلاصہ یہ کہ مادہ پرست لوگ اور ایسے گروہ جو خیالی دیوتا بنانے کے شوقین ہیں جن پر وہ ایمان رکھتے ہیں، انہوں نے بے معنی اصطلاحات جیسے Mother nature ' گھڑ لئے ہیں جو بےکار نام ہیں۔

قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کے الفاظ اس حقیقت کا اظہار واضح طور پر کرتے ہیں۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

"اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (یوسف 40)

جو چیز ہمیں اُلجھن کا شکار کرتی ہے وہ شاید بیشتر لوگوں کا اس حقیقت سے ناواقفیت کا ہونا ہے جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان ہوا۔ تاہم ایک انسان بہتر طور پر سمجھے گا کہ یہ دُنیا محض خیالی ہے جب وہ اپنے آپ کو آخرت میں پائے گا۔ اس وقت انسان کو اللہ کے وجود پر غور وفکر کرنا اور سمجھنا چاہیئے کیونکہ آخرت میں کافروں کی حالت قرآن میں یوں بیان ہوئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

"اور کافروں کے اعمال کی مثال اس چمکتی ہوئی ریت کے ہے جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دُور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا، ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے، اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے۔" (النور 39)

ہمارے گردوپیش میں معجزات

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

"ہم نے زمین اور آسمانوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے انہیں درست تدبیر کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (الدخان 38-39)

اس کتاب کے شروع میں ہم نے ایک آدمی کی مثال دی تھی جو اچانک وجود میں آ گیا تھا۔ ہم نے بیان کیا تھا کہ یہ شخص کیسے اپنے وجود اور ماحول کا معائنہ بہت تعریف اور تعجب کے ساتھ کرے گا۔ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ہماری حالت اس آدمی سے زیادہ مختلف نہیں تاہم معاشرے سے اپنائے ہوئے رویے اور عادات کی وجہ سے ہم بھول گئے کہ کس طرح اپنے گردموجودات کے کمال پر حیران متعجب، حتیٰ کہ کسی لحاظ سے متاثر ہوں۔ دوسرے الفاظ میں ہم اپنی آنکھوں کے سامنے پائے جانے والے معجزات کو سمجھنے کی استطاعت سے محروم ہو گئے۔

قرآن کی آیات پر محیط اہم موضوعات میں سے ایک اس لاتعلقی کو توڑنا ہے جو ان عادات اور ناقص سوچ کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے۔ قرآن کی کچھ آیات کچھ لوگوں کا تذکرہ کرتی ہیں جو اللہ کے معجزات یا دوسرے ثبوت کا انتظار کرتے گمراہ ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ اللہ کو مانیں تو دوسری آیات ایک معجزاتی عمل میں حقیقت کے ذریعے کی طرف دلالت کرتی ہیں جو پہلے ہی ہر جگہ موجود ہیں۔

قرآن کے مطابق تمام زندہ اشیاء اللہ کے وجود اور قادر مطلق ہونے کی گواہی

دیتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر تخلیق ایک خالق کو موسوم کرنے میں نمایاں خصوصیت کی حامل ہے۔

دراصل اللہ تعالیٰ کی باضابطہ، لطیف کاریگری اور لامتناہی دانائی کا اظہار ان اشیاء کی تخلیق سے ہوتا ہے۔

اب ہم قرآن میں دی گئی جانوروں کی مخصوص مثالوں پر غور کریں گے۔

وَفِىْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۝

اور تمہاری اپنی پیدائش میں' اور ان حیوانات میں جن کو اللہ (زمین میں) پھیلائے ہے۔ بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین لانے والے ہیں۔ (الجاثیہ 4)

شہد کی مکھی

وَ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝

"اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں درختوں اور لوگوں کی بنائی ہوئی اونچی اونچی ٹٹیوں میں اپنے گھر بنا اور ہر طرح کے میوے کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ، ان کے پیٹ سے رنگ برنگ کا مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بھی بہت بڑی نشانی ہے۔" (النحل 68-69)

قرآن کی 'النحل' یا شہد کی مکھی نامی سورت میں مندرجہ بالا آیت آگاہ کرتی ہے کہ یہ چھوٹا سا جانور اپنے اندر تخلیق کے بہت سے راز رکھتا ہے۔

کیا آپ کو کبھی خود خیال آیا ہے کہ اس لذیذ کھانے شہد اور اس کے بنانے والی شہد کی مکھی کے بارے میں پیچیدہ کہانی کے بارے میں سوچیں؟

درحقیقت شہد کی مکھیاں شہد نامی حیرت انگیز غذا سردی کے مہینوں کی تیاری میں ذخیرہ کرتی ہیں جب ان کے لئے پھول ڈھونڈنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عام طور پر جانور خود استعمال کرنے کی اصل مقدار سے زیادہ ذخیرہ کرنے کی تکلیف نہیں کرتے۔ تاہم شہد کی مکھیاں اپنی اصل ضرورت سے بہت زیادہ مقدار میں شہد بناتی ہیں۔ یہ بالکل مرغی کے غیر ضروری طور پر ہر روز انڈہ دینے یا گائے کا اپنے چھوٹے بچے کی ضرورت سے کہیں زیادہ دودھ دینے کی طرح ہے۔

یقیناً پہلا سوال جو ہمارے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے "یہ ہزاروں سالوں سے جاری پیداوار کی بہتات "ختم کیوں نہیں ہوئی ؟ اس سوال کا جواب اوپر کی آیت میں ہے جو واضح کرتی ہے کہ کس طرح شہد کی مکھی کو شہد بنانا سکھایا گیا ہے۔

شہد کی مکھیوں کے چھتے میں زندگی اور ان کا شہد بنانا عمل کے اعتبار سے بہت دلچسپ ہے۔ بہت زیادہ تفصیل میں جائے بغیر آیئے شہد کی مکھیوں کی اجتماعی زندگی کی بنیادی خصوصیات کے بارے میں تحقیق کریں۔

☆......... نمی کی مقدار کو متناسب رکھنا:۔

سال میں دس مہینے چھتے میں درجہ حرارت، انڈوں کے سینے کے مرحلے میں 32 درجے سینٹی گریڈ ہونا چاہئے نمی کا تناسب جو شہد کو محفوظ رکھنے کی صفت کے حصول میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے، ایک خاص حد کے اندر رکھنا پڑتا ہے۔ اگر یہ حد تجاوز کر جائے تو شہد خراب ہو جاتا ہے اور اپنی حفاظتی اور غذائی صفات کھو دیتا ہے۔ چھتے میں درجہ حرارت اور نمی کا خاص حدود میں تناسب برابر قائم رکھنے کی غرض سے مکھیوں کا ایک گروپ خصوصاً اس کام کے لئے مقرر کیا جاتا ہے جو ہوا کا انتظام برقرار رکھتا ہے۔

☆......... ائیر کنڈیشننگ:۔

شہد کی مکھیاں چھتے کو ٹھنڈا کرنے اور صحیح مقدار میں نمی والا شہد بنانے کے لئے ہوا کا انتظام کرتی ہیں۔ یہی انتظام چھتے کو دھوئیں اور فضا کی آلودگی سے بچاؤ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ گرم دن میں مکھیوں کو چھتے میں ہوا کا انتظام کرتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ داخل ہونے کی جگہ گھیر لیتی ہیں اور لکڑی کے فرش سے چمٹ کر اپنے پروں سے چھتے کو ہوا دیتی ہیں ایک معیاری چھتے میں اندر آنے والی ہوا کو دوسری طرف سے نکالنے کے لئے عمل کیا جاتا ہے۔ چھتے میں زائد ہوا کا انتظام بھی ہوا کو چار مختلف سمتوں میں دھکیلتا ہے۔

اب ایک اور سوال ذہن میں آتا ہے۔ شہد کی مکھیاں کس طرح نمی کی مقدار کو متناسب رکھنے اور ائیر کنڈیشننگ کے عمل کا منصوبہ بناتی اور اس کو بروئے کار لاتی ہیں؟ یہ

طریق عمل انتہائی حکمت اور شعور مانگتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان جانوروں کے اندر اس قابلیت کا ہونا ممکن نہیں۔ پھر اس حکمت اور شعور کا اصل منبع تلاش کرنا چاہیے۔

☆...... نظام صحت:۔

شہد کی خاصیت کو محفوظ کرنے کے لئے شہد کی مکھیوں کی کوششیں صرف نمی کے تناسب کی باقاعدگی اور ائیر کنڈیشننگ تک ہی محدود نہیں ہیں۔ چھتے میں ایک شاندار نظام صحت کام کرتا ہے جو ان تمام واقعات کو کنٹرول کرتا ہے جو بیکٹیریا پیدا ہونے کا باعث بنیں۔ اس نظام کا پہلا مقصد ہر اس جگہ کو تباہ کرنا ہوتا ہے جو بیکٹیریا کے پیدا ہونے کا ذریعہ بن سکتے ہوں اس نظام صحت کا بنیادی اصول چھتے میں اجنبی چیزوں کے داخلے کو روکنا ہے۔ اس وجہ سے چھتے میں داخل ہونے کی جگہ پر ہمیشہ دو نگہبان پائے جاتے ہیں۔ اگر کوئی اجنبی چیز یا کیڑا مکوڑا تمام حفاظت کے باوجود چھتے میں داخل ہو جائے تو تمام مکھیاں اسے چھتے سے باہر نکالنے میں سرگرم ہو جاتی ہیں۔

ایسے تمام عظیم الجثہ اجنبی مادے جن کا باہر نکالنا مشکل ہو، تو ایک اور حفاظتی عمل شروع ہو جاتا ہے۔ شہد کی مکھیاں ایسی تمام صورت حال کے لئے ایک مادہ بناتی ہیں جسے پروپولس یا شہد کی مکھی کا گوند کہا جاتا ہے۔ وہ چیڑ، پاپولر اور کیکر جیسے درختوں سے گوند اکٹھا کر کے اسے بناتی ہیں پھر اس میں خاص رطوبتیں ملا دیتی ہیں۔ پروپولس کا بنیادی استعمال بیکٹیریا کے حملے سے اس کی مزاحمت ہے۔ خطرناک قسم کے مادے، اس طرح 1.5 ملی میٹر موٹی پروپولس کی تہہ کے نیچے چھپا دیے جاتے ہیں اور چھتے سے الگ کر دیے جاتے ہیں۔

دلچسپ بات یہ کہ یہی گوند چھتے میں ہونے والے کسی شگاف کو پُر کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ گوند جلد ہی سوکھنے کے بعد ہوا کے ساتھ عمل کر کے سخت سطح بنا دیتا ہے۔ اگر ہم یہ بھی جان لیں کہ شہد کی مکھیاں یہ مادہ شعوری طور پر خارج کرتی ہیں جس سے وہ اجنبی ذرات کو ڈھانپتی ہیں تو ہم مکھیوں کی اس رطوبت کی اینٹی بیکٹیریا صفت کو کیسے واضح کر سکتے ہیں؟ کیا ہم جو شہد کی مکھی سے عقل مند ہیں، اپنے جسم کی کسی رطوبت کو

اینٹی بیکٹیریا صفت دینے کے قابل ہیں؟

آخر کار یہ بالکل واضح ہے شہد کی مکھیوں کا جسم اور اس کی رطوبتیں ٹھیک تدبیر شدہ اور تحقیق کردہ ہیں۔

☆ .... صفائی:۔

شہد کی مکھیاں اپنا فضلہ کبھی چھتے میں نہیں چھوڑتیں۔ وہ اُڑتے ہوئے یا چھتے سے دُور اس کا اخراج کرتی ہیں۔

☆ .... خانے:۔

شہد کی مکھیاں چھوٹے چھوٹے موم کے کمرے ترتیب دیتی ہیں اور ایسا چھتہ تیار کرتی ہیں جن میں تیس ہزار مکھیاں اکٹھا رہتی اور کام کرتی ہیں۔ چھتہ موم کی دیواروں سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ جس کی سطح پر بے شمار چھوٹے خانے ہوتے ہیں۔ تمام خانے جن سے مل کر چھتہ بنتا ہے، بالکل ایک ہی سائز اور رُخ کے ہوتے ہیں۔ یہ انجینئرنگ کا معجزہ ہزاروں مکھیوں کے اجتماعی طور پر کام کرنے سے کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ شہد کی مکھیاں یہ خانے، غذا اسٹور کرنے اور چھوٹی مکھیوں کی پرورش کے لئے استعمال کرتی ہیں۔

شہد کی مکھیاں چھتے کی تیاری میں کروڑوں سالوں سے چھ کونی ساخت استعمال کر رہی ہیں۔ انھوں نے آٹھ کونی، گول یا پانچ کونی ساخت کے بجائے چھ کونی ساخت ہی کیوں منتخب کی؟ ریاضی دانوں نے اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے بہت سی کوششیں کیں۔ حساب وشمار نے ثابت کیا کہ چھ کونی ساخت ہی سب سے زیادہ موزوں اور مفید اقلیدسی (Geometric) شکل ہے، جس سے چھتے میں اکائی رقبے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھایا جاسکے۔ اگر چھتے کے خانے کسی اور ساخت میں بنائے جاتے تو بغیر استعمال کی فالتو جگہ بچ جاتی۔ اس طرح کم شہد ذخیرہ ہوسکتا۔ اسی طرح شہد کی مکھیوں کی آبادی بھی کم ہوتی۔ چھ کونی ساخت کے خانوں کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس کے بنانے میں کم سے کم موم خرچ ہوتی ہے۔

☆.........چھتہ، تعمیر سازی کا معجزہ:۔

چھتے کی تعمیر اوپر کی طرف سے شروع کی جاتی ہے اور دو یا تین علیحدہ قطاروں میں ایک ساتھ نیچے کی طرف جاری رکھی جاتی ہے۔ جبکہ چھتہ دو مختلف سمتوں میں بڑھتا ہے۔ اس کی دو قطاروں کے نیچے کے سروں کو جڑنا ہوتا ہے۔ یہ کام زبردست تعاون اور باقاعدگی کے ساتھ ذہن نشین کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ بتانا کبھی ممکن نہیں کہ چھتہ شروع میں تین الگ حصّوں سے بنا۔

مختلف نقطوں سے شروع ہونے والے علیحدہ حصّے اتنی مہارت سے جوڑے جاتے ہیں کہ اگرچہ اس کی ساخت میں کئی سو زاویے ہوتے ہیں، یہ سب ایک ہموار ٹکڑا محسوس ہوتا ہے۔

جو خانے ان دو قطاروں کو ملاتے ہیں ان کی بھی بالکل صحیح چھ کونی ساخت ہوتی ہے اور باقی تمام خانوں کی طرح وہی پیمائش ہوتی ہے۔ ایک خانہ بھی دوسرے سے مختلف نہیں ہوتا۔ سائنس دان اس بات پر بہت حیران ہیں کہ ہزاروں مکھیوں کا کام کس طرح اتنے باضابطہ حساب سے انجام پاتا ہے۔

☆.........سمت کا تعین:۔

شہد کی مکھیوں کو عموماً غذا اور وسیع میدان ڈھونڈنے کے لئے لمبے فاصلوں تک اُڑنا پڑتا ہے۔ وہ پھولوں کے ذرات اور شہد کے اجزا چھتے سے تقریباً آٹھ سو میٹر کے Range میں اکٹھے کرتی ہیں۔ جو مکھی پھول ڈھونڈ لیتی ہے، باقی مکھیوں کو اس مقام کے بارے میں اطلاع دینے کے لئے واپس آتی ہے۔ لیکن وہ اپنی ساتھیوں کو کس طرح جگہ کے بارے میں سمجھائے؟ واپس آنے والی مکھی ایک خاص قسم کا ڈانس کرتی ہے۔ یہ ڈانس دوسری مکھیوں کو پھولوں کے مقام کے بارے میں بتانے کا طریقہ ہے۔ یہ ڈانس جو کئی بار دہرایا جاتا ہے، اس میں سمت اور فاصلے کے بارے میں معلومات ہونے کے ساتھ دوسری تفصیلات ہوتی ہیں جو باقی مکھیوں کو نشانے تک پہنچنے کے قابل بناتی ہیں۔ یہ

ڈانس دراصل ہوا میں '8' کا ہندسہ بناتے ہوئے کیا جاتا ہے۔

مکھی 8 کا درمیانی حصہ اپنی دُم کو ہلا کر اور زگ زیگ بناتے ہوئے کرتی ہے۔ زگ زیگ کے درمیانی زاویے اور سورج اور چھتے کے درمیانی لکیر، غذائی ذریعے کے بارے میں صحیح سمت بتاتی ہے۔ تاہم صرف سمت کے بارے میں جان لینا کافی نہیں۔ کارکن مکھیوں کو جانے سے پہلے چھتے سے پھولوں تک فاصلے کے بارے میں بھی معلومات درکار ہوتی ہیں۔ اس لئے واپس آنے والی مکھی فاصلہ بتانے کے لئے اپنے جسم کو کئی بار ہلاتی ہے۔ مثلاً 250 میٹر کا فاصلہ سمجھانے کے لئے وہ آدھے منٹ میں اپنے جسم کے نچلے حصے کو پانچ دفعہ ہلاتی ہے۔ اس طرح فاصلہ اور زاویے کے بارے میں صحیح معلومات فراہم کرتی ہے۔

اگر چھتے سے پھولوں تک کا سفر زیادہ وقت لے رہا ہو تو مکھی کے لئے نیا مسئلہ شروع ہو جاتا ہے۔ سورج ہر منٹ میں ایک درجہ حرکت کرتا ہے۔ غذائی مقام کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے شاید مکھی چار منٹ کے پیچھے ایک درجے کی غلطی کرے گی، وہ وقت جو وہ چھتے کی طرف آتے ہوئے لگائے گی۔

لیکن مکھی کو بالکل کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ مکھی کی آنکھ بہت سے چھوٹے چھ کونوں والے عدسوں سے بنی ہوتی ہے۔ ہر عدسہ دوربین کی طرح چھوٹے سے مقام پر Focus کرتا ہے۔ جب مکھی دن میں سورج کی طرف اڑتی ہے تو وہ ہر وقت اپنی صحیح پوزیشن جان لیتی ہے۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ مکھی سورج کی چمک کے ذریعے دن کے وقت کا اندازہ لگا کر کرتی ہے۔ چنانچہ اس طرح وہ دوسری مکھیوں کی طرف اپنی سمت کو درست کر لیتی ہے تاکہ غلطی کا امکان باقی نہ رہے۔

شہد کا معجزہ

وَ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝

"آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ہر طرح کے میوے کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ۔ ان کے پیٹ سے رنگ برنگ کا مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بھی بڑی نشانی ہے۔" (النحل 68-69)

تحقیقی تکنیک میں بہتری کے ساتھ چند سال پہلے ہی یہ ممکن ہوا کہ شہد کے اجزائے ترکیبی اور غذائی ذریعہ کے طور پر اس کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔

بہت سے بین الاقوامی رسالوں نے شہد کو سر فہرست کہانی کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جب کہ دوسرے لوگوں نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر اس قیمتی غذائی ذریعے کے متعلق اضافی کاپیاں تیار کی ہیں۔ آیئے اللہ کے تخلیق کردہ اس چھوٹے سے جانور کی تیار کردہ ناقابل یقین غذا کی تفصیلات دیکھتے ہیں۔

شہد، گلوکوز، فرکٹوز، اور، میگنیشیم، پوٹیشیم، سوڈیم، کلورین، سلفر، آئرن، اور فاسفیٹ جیسی معدنیات سے مل کر بنا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ، شہد میں وٹامن بی 1، بی 2، بی 3، بی 6، بی 5، اور وٹامن سی شامل ہیں۔ ان کی مقدار زر گل (Pollen) اور پھولوں کے رس کے منبع کے مطابق فرق سے ہوتی ہے۔ کاپر، آیوڈین، آئرن اور زنک بھی تھوڑی مقدار میں اور بہت سی اقسام کے ہارمونز بھی پائے جاتے ہیں۔

"ورلڈ نحل پروری کانفرنس جو 20 سے 26 ستمبر 1993 میں چین میں منعقد ہوئی، کے دوران شہد سے اخذ شدہ مصنوعات کے ذریعے علاج پر بحث ہوئی۔ امریکی سائنس دانوں نے اس بات پر زور دیا کہ شہد، رائل جیلی، زرگل اور پروپولس (شہد کی مکھی کا گوند) بہت سی بیماریوں کے علاج کی قابلیت رکھتے ہیں۔ رومانیہ کے ایک ڈاکٹر نے کہا کہ وہ اپنے سفید موتیے کے مریضوں میں علاج کے طور پر شہد استعمال کرتا تھا اور دو ہزار چورانوے میں سے دو ہزار دو مکمل طور پر صحت یاب ہو گئے۔ تجربہ کار ڈاکٹروں نے شہد کی مکھی کی گوند کی بواسیر، جلدی بیماریوں، نسوانی بیماریوں اور دوسری بہت سی بیماریوں کے لئے شفائی خصوصیات کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔

آجکل ترقی یافتہ ملکوں میں نحل پروری اور شہد کی مکھیوں کی مصنوعات، تحقیق کے مدعا ہیں۔ (حریت نیوز پیپر اکتوبر 19 , 1993)

سائنس دان اس حقیقت پر متفق ہیں کہ صرف ایک چمچہ شہد بھی جسم کے لئے انتہائی فائدہ مند ہے کیونکہ شہد میں پائے جانے والے شکر کے سالمے دوسری قسم کی شکر میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ (جیسے فرکٹوز سے گلوکوز) اور اس میں پائی جانے والی تیزابیت کی بڑی مقدار کے باوجود حساس ترین معدے بھی اسے بآسانی ہضم کر لیتے ہیں۔ یہ گردوں کی کارکردگی کو بھی بہتر بنانے میں معاون ہے۔ شہد کے بارے میں ایک اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ جب اس کا موازنہ اتنی ہی مقدار کی چینی سے کیا جائے تو یہ 40 فی صد کم حرارے جسم کو دیتا ہے۔ شہد کی یہ خصوصیت وزن بڑھنے سے روکتی ہے۔

☆...... خون میں جلد شامل ہو جاتا ہے:۔

شہد نیم گرم پانی میں لیا جائے تو صرف 7 منٹ میں دورانِ خون میں داخل ہو جاتا ہے اور بیس منٹ میں جب ٹھنڈے پانی کے ساتھ پیا جائے۔ اس میں پائے جانے والے شکر کے آزاد سالمے دماغ کی کارکردگی کو آسان بناتے ہیں۔

☆...... خون پیدا کرنے میں مدد دیتا ہے:۔

شہد نیا خون بنانے میں توانائی کے ذخیرے کا کردار ادا کرتا ہے اور خون کی کمی کے

مریضوں کو اس عمل کو تیز کرنے میں معاون ہے۔ یہ خون کی صفائی اور اس کے مقوی ہونے میں بھی مدد دیتا ہے اس سے خون کی گردش باقاعدہ ہوتی ہے۔ یہ خون کی چھوٹی نالیوں کے عوارضات پر بھی مثبت اثرات ڈالتا ہے۔

☆......معدے کا دوست:۔

شہد تیزابیت یا تخمیر کا باعث نہیں بنتا کیونکہ یہ جلد ہضم ہو جاتا ہے اس کے اندر آزاد ذرات چکنائی کو ہضم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ ماں اور گائے کے دودھ میں آئرن کے نہ ہونے کو بھی پورا کر دیتا ہے۔ آنتوں کے عمل کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ یہ اندرونی سکون کا بھی باعث ہے اور بھوک میں اضافہ کرتا ہے۔

☆......رائل جیلی:۔

رائل جیلی چھتے کے اندر کارکن مکھیوں کا بنایا ہوا سفید سیال ہے۔ اس قوت بخش مادے میں شکر، لحمیات، چکنائی اور بہت سے حیاتین پائے جاتے ہیں۔ یہ جسم کی کمزوری اور بڑھاپے کے جسمانی اثرات جیسے مسائل میں استعمال ہوتا ہے۔

☆......جراثیم کش خصوصیات:۔

شہد کی یہ خصوصیت مزاحمتی اثر (Inhibition Effect) کہلاتی ہے۔ شہد پر کیے گئے تجربات نے ثابت کیا ہے کہ جراثیم کش اثرات، شہد کو پانی میں ملا کر پتلا کر کے پینے سے دوگنے ہو جاتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ شہد کی وہ مکھیاں جو نوزائیدہ مکھیوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں وہ بھی ان کو پتلا شہد ہی پلاتی ہیں۔

اُونٹ

"کیا وہ اُونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنایا گیا؟"

سورۃ الغاشیۃ کی یہ سترھویں آیت ہمیں بتاتی ہے کہ اونٹ ایک ایسا جانور ہے جس کا غور سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ جب ہم اونٹ کے بارے میں سوچتے ہیں تو پہلی چیز جو دماغ میں آتی ہے وہ گرم موسم، قحط اور صحرا ہیں۔ صحرائی حالات کی سختی جہاں اونٹ لوگوں کی خدمت کرتا ہے، کچھ جواب طلب سوالات کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ اس طرح ہیں۔

☆......... پیاس

☆......... دن کے وقت شدید درجہ حرارت

☆......... رات کے وقت انتہائی کم درجہ حرارت

☆......... غذا کی ضرورت

☆......... زمین کا بنجر پن

☆......... طوفان اور بگولوں جیسے فطری واقعات

☆......... توانائی کی ضرورت وغیرہ

اونٹ اس طرح تخلیق کیا گیا ہے کہ یہ تمام سوالات کو حل کر لے یوں انسان کے آرام اور سہولت جیسی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے انتہائی موزوں ہو۔

آیئے اب ایک نظر اس کی قابلیت اور خصوصیات پر ڈالیں

☆......... بھوک اور پیاس کا مقابلہ:۔

اونٹ 50 سینٹی گریڈ درجہ حرارت میں کھائے یا پئے بغیر آٹھ دن زندہ رہ سکتے ہیں۔

☆......... پانی کے استعمال کا بہتر یونٹ:۔

اونٹ صرف دس منٹ میں ایک سو تیس لیٹر پانی پی سکتے ہیں جو کہ تقریباً ان کے وزن کا ایک تہائی ہے۔ ان کی ناک کے اندر بل کھاتی ہوئی ساخت ہے جس کا سطحی رقبہ

انسانی ناک سے سو گنا زیادہ ہے۔ اس سے اونٹ کو ہوا میں پائی جانے والی نمی کا 66 فی صد حصے سے فائدہ اٹھانے کی سہولت ہے۔

☆......غذا اور پانی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ لینا:۔

اکثر جانور یوریا کے جسم میں جمع ہو کر دورانِ خون میں شامل ہونے سے ہلاک ہو جاتے ہیں لیکن اونٹ یہ یوریا جگر کی طرف مسلسل بھیج کر اسے پروٹین اور پانی کے ذریعے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ کوہان اونٹ کے لئے مزید فائدہ ہے۔ اونٹ کے جسم کا پانچواں حصہ چکنائی کی صورت میں کوہان میں ذخیرہ رہتا ہے۔ چکنائی کے اونٹ کے جسم کے صرف ایک حصہ میں جمع ہونے سے پورے جسم سے پانی کے استعمال کو روکتی ہے۔ یہ پانی کے کم سے کم استعمال کا باعث ہے۔

اگرچہ کوہان رکھنے والے اونٹ دن میں تیس سے پچاس کلوگرام کھانا کھا لیتے ہیں۔ لیکن یہ دو کلو گھاس پر تقریباً ایک مہینہ زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اونٹ کے ربڑ کی طرح مضبوط ہونٹ ہوتے ہیں جن سے وہ ایسے کانٹے بھی کھا سکتا ہے جو چمڑے میں بھی داخل ہو جائیں۔ مزید برآں ان کا نظام ہضم بہت مضبوط ہوتا ہے کہ وہ ہر نظر آنے والی چیز جیسے پلاسٹک کی پلیٹیں، کاپر کی تار اور سرکنڈے وغیرہ کھا سکتا ہے۔ اس شاندار جانور کا چار خانوں کا معدہ اس طرح بنا ہے کہ وہ غیر غذائی مادوں سے بھی بہت لیتا ہے جو یہ ممکن بناتے ہیں کہ یہ جانور کھانے کے علاوہ دوسرے ذرائع سے بھی توانائی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ قابلیت یقیناً اسے خشک علاقوں میں زندہ رہنے میں مدد دیتی ہے۔

☆......طوفان اور بگولوں سے بچاؤ:۔

اونٹ کی آنکھوں پر پلکوں کی دو قطاریں ہوتی ہیں۔ ان پلکوں کی ساخت دو مختلف کنگھیوں کی طرح ہوتی ہے جو ایک دوسرے میں مضبوطی سے بند ہو جائیں۔ اس طرح ریت کے طوفان سے آنکھوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ اس ڈیزائن کا دوسرا فائدہ آنکھوں کو سورج کی شدید شعاعوں سے محفوظ رکھنا بھی ہے۔ حیرت انگیز طور پر اونٹ اس قسم کے

طوفانوں میں اپنی ناک کے سوراخ بھی بند کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

☆......شدید گرم اور شدید سرد موسمی حالات میں بچاؤ:۔

اونٹ کے جسم پر پائے جانے والے گھنے بال اس کی جلد کو سورج کی جھلسنے والی گرمی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ جانور کو ٹھنڈا رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ پانی کو جسم میں بچا کر رکھتے ہیں اور شدید پسینے کے خطرے کو کم کر کے اس کے پانی ختم ہونے کے امکانات کو کم کر دیتے ہیں۔ جلد پر خوب گھنے بال شدید سردی میں بھی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ صحرائی اونٹ 70 درجے سینٹی گریڈ کے درجۂ حرارت سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ دو کوہانی اونٹ سردی میں منفی 52 درجے سینٹی گرید درجۂ حرارت پر بھی زندہ رہتے ہیں۔ اس قسم کا اونٹ بلند پہاڑوں پر بھی زندہ رہتا ہے جو سطح سمندر سے چار ہزار میٹر بلند ہوں۔

☆......گرم جلتی ہوئی ریت سے بچاؤ:۔

اونٹ کے پاؤں جو اس کے جسم کے لحاظ سے بڑے ہوتے ہیں اس کے وزن کی وجہ سے ریت میں دھنسنے سے بچاؤ میں مدد دیتے ہیں۔ پاؤں کے نیچے خاص موٹی جلد صحرا کی تپتی ہوئی ریت سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

اُونٹ، بوجھ اٹھانے والا جانور

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

"اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اُٹھا لے جاتے ہیں۔ جہاں تم بغیر آدھی جان کے پہنچ ہی نہیں سکتے یقیناً تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے۔" (النحل 7)

اونٹ بہت مضبوط جانور ہیں۔ وہ 250 کلوگرام کا وزن اُٹھا کر چالیس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر سکتے ہیں اور بغیر بوجھ کے وہ 300 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر سکتے ہیں۔ اس صلاحیت کی وجہ سے اونٹ کو صحرا کا جہاز کہا جاتا ہے۔ کیا اُونٹ نے صحرائی حالات کی مناسبت سے اپنے جسم کو موافق بنایا ہے؟ کیا اس نے اپنی ناک کی اندرونی سطح یا اپنی کمر پر کوہان خود بنائی ہے؟ قرآن میں یہ خطیبانہ سوال " کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسے تخلیق کیا گیا؟" سمجھایا ہے کہ اللہ کی تخلیق کی بہترین مثال دیکھ کر ہمیں کس قدر احترام محسوس ہونا چاہیے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۔

"اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کی مثال دے" (بقرہ 26)

اللہ تعالیٰ اپنی عظمت اور قوت کے ثبوت کے طور پر بلا امتیاز تمام جانوروں کی مثالیں دیتے ہیں چاہے وہ اونٹ جیسے بڑے جانور کی ہو یا شہد کی مکھی جیسے چھوٹے جانور کی کیونکہ یہ تمام ایک نہایت اہم مقصد سرانجام دیتی ہیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۔

"آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ہم نے اسے بلا مقصد نہیں بنایا۔"

حتیٰ کہ تمام کائنات کو بھی مثال کے طور پر پیش کیا گیا تا کہ انسان اس سے سیکھیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝

"یقیناً اللہ کسی مثال کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا، خواہ مچھر کی ہو، یا اس سے بھی ہلکی چیز کی۔ ایمان والے تو اسے اپنے رب کی جانب سے صحیح سمجھتے ہیں اور کفار کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ نے کیا مراد لی؟ اس کے ذریعہ بیشتر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر لوگوں کو راہ راست پر لاتا ہے اور گمراہ تو صرف فاسقوں کو ہی کرتا ہے۔ (البقرہ 26)

عام عقیدے کے برخلاف، مچھر جن سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے یقیناً ایک پیچیدہ مخلوق ہیں یہ اپنے اردگرد کی مخلوق کو ان کے جسمانی درجہ حرارت کے مطابق مختلف رنگوں میں دیکھتے ہیں چونکہ ان کی درجہ حرارت کی حس دن کی روشنی کی محتاج نہیں، وہ اندھیرے

کرے میں خون کی باریک نسوں کو بھی گہرا سرخ دیکھ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مچھروں کو اپنا غذائی منبع تلاش کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوتی۔

مچھر کے یہ حساس حسی اعضاء (Receptors) درجہ حرارت میں کمی بیشی حتی کہ ایک درجے کا چھوٹا سا حصہ بھی پہچان لیتے ہیں۔

یہاں ہم نے صرف چند مثالیں دی ہیں لیکن اللہ کی کمال تخلیق کا کائنات میں بآسانی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

عالم طبعی کے وجود کا اصل مقصد اللہ کی کمال تخلیق اور دانائی کا ٹھوس ثبوت ہے۔ اس کو سمجھنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ہر چیز کا مخلصاً تجزیہ دیکھنے والی آنکھ اور سوچنے والے ذہن سے کیا جائے۔ اس طرح مفصل اور شاندار نظام جو کائنات میں موجود ہے، اس کا بہتر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ o ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ o

"جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے (تو اے دیکھنے والے) اللہ رحمن کی پیدائش میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا، دوبارہ نظریں ڈال کر دیکھ لے کیا کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر دوہرا کر دو دو بار دیکھ لے تیری نگاہ تیری طرف ذلیل و عاجز ہو کر تھکی ہوئی لوٹ آئے گی۔" (الملک 3-4)

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ o

"کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان (واقعات) کو سن لیتے، بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔" (الحج 46)

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۝

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں، بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔" (لقمٰن 20)

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

"کہہ دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداء پیدائش کی پھر اللہ تعالیٰ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔" (العنکبوت 20)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝

"اور ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو ناحق پیدا نہیں کیا، یہ گمان تو کافروں کا ہے سو کافروں کے لئے خرابی ہے آگ کی۔" (صٓ 27)

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

"اور آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے تابع کر دیا ہے۔ جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی نشانیاں پائیں گے۔" (الجاثیۃ 13)

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور